ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

12

www.tanzeem.org

25 تا 31 مارچ 2014ء / 23 تا 29 جمادی الاولیٰ 1435ھ

اسلام اور معاشرہ

اگر ہم اسلامی شریعت کو نافذ کریں تو لوگ دل و جان سے قانون کا احترام کریں گے۔ اوّلاً اس لیے کہ وہ انہیں پورا اجتماعی عدل مہیا کرے گی۔ سرکشوں اور استحصال کرنے والوں کا راستہ بند کر دے گی، ایک ایسا معاشرہ تیار کرے گی جو لوگوں کی فطرت کو بگاڑنے والی آفات سے پاک ہو گا۔ وہ معاشرہ انہیں اعتماد سے محروم نہ کرے گا، اور ان میں اضطراب، ناراضی اور سرکشی پیدا نہیں کرے گا۔ ثانیاً اس لیے کہ وہ ایک مضبوط عقیدے کے ذریعے ان کے دلوں میں پیوست ہوگی۔ اس کی روح ان کی ارواح کی گہرائیوں سے متفق ہوگی۔ اس قانون میں عوام اور اربابِ اقتدار کے درمیان جو تعاون ہوگا وہ اس بنیاد پر نہ ہوگا کہ اس کے ذریعے سے صرف زمینی اقتدار راضی ہوگا، بلکہ اس بنیاد پر ہوگا کہ زمینی اقتدار کے ساتھ ساتھ وہ تعاون آسمانی اقتدار کو بھی راضی کرے گا، اور آسمانی عدالت کو بھی ثابت و قائم کرے گا۔

جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام جدید اور تازہ بتازہ معاشرے کو ساتھ لے کر چل سکتا ہے، تو اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ ہم اسلام اور اس کے عقائد و اعمال کو عوام کو پیش آنے والی خواہشات و شہوات کے تابع کر دیں۔ نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ عوام کی چاپلوسی کی خاطر روشن خیالی اور جدیدیت کے نام پر ان پر طاری ہونے والی لذاتِ نفس کے سامنے اسلام کو جھکا دیا جائے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جنہیں ”جدید زمانے کے مسلمان“ کہا جاتا ہے یا جو غلامانہ ذہنیت رکھنے والوں کے دور میں ”آزاد منش“ کہلاتے ہیں۔

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

محبت گولیوں سے بو رہے ہو

صفاتِ باری تعالیٰ

بیدار ہے طاغوت، خوابیدہ مسلمان

سنتِ نبویؐ کا جامع تصور

سود سے متعلق قائداعظم کے فرمان پر عمل کب ہوگا؟

ملکی و بین الاقوامی منظر

کلامِ اقبال

قدم قدم نئی اُمنگ

ڈاکٹراسراراحمدؒ

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت

سُورۃُ الحِجر — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — (آیات 87 تا 88)

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡہِمۡ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾

آیت ۸۷ ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ﴿۸۷﴾﴾ ''اور ہم نے آپ کو دی ہیں سات بار بار پڑھی جانے والی آیات اور عظمت والا قرآن۔''

اس پر تقریباً تمام امت کا اجماع ہے کہ یہاں سات بار بار دہرائے جانے والی آیات سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے۔ حدیث میں سورۃ الفاتحہ کو نماز کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے: ((لَا صَلَاۃَ لِمَنۡ لَمۡ یَقۡرَاۡ بِفَاتِحَۃِ الۡکِتَابِ)) (متفق علیہ) یعنی جو شخص (نماز میں) سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں۔ قبل ازیں سورۃ الفاتحہ کے مطالعے کے دوران ہم وہ حدیث قدسی بھی پڑھ چکے ہیں جس میں سورۃ الفاتحہ ہی کو نماز قرار دیا گیا ہے: ((قَسَمۡتُ الصَّلَاۃَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ عَبۡدِیۡ نِصۡفَیۡنِ......)) (رواہ مسلم) اب جبکہ ہر نمازی اپنی نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کر رہا ہے تو اندازہ کریں کہ دنیا بھر میں ان سات آیات کی تلاوت کتنی مرتبہ ہوتی ہوگی۔ اس کے علاوہ آیت زیر نظر میں اس سورۃ کو ''قرآن عظیم'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔ یعنی اہمیت اور فضیلت کے اعتبار سے سورۃ الفاتحہ قرآن عظیم کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی بنیاد پر اس سورت کو اساس القرآن اور اُم القرآن قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسے الکافیہ (کفایت کرنے والی) اور الشافیہ (شفا دینے والی) جیسے نام بھی دیے گئے ہیں۔

ایک حدیث کے مطابق سورۃ الفاتحہ جیسی کوئی سورت نہ تورات میں ہے' نہ انجیل میں اور نہ ہی قرآن میں۔ چنانچہ یہاں حضور ﷺ کی دلجوئی کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبیؐ دیکھیں ہم نے آپؐ کو اتنا بڑا خزانہ عطا فرمایا ہے۔ ابوجہل اگر خود کو مالدار سمجھتا ہے' ولید بن مغیرہ اپنے زعم میں اگر بہت بڑا سردار ہے تو آپ (ﷺ) مطلق پروا نہ کریں۔ ان لوگوں کی سوچ کے اپنے پیمانے ہیں۔ ان بدبختوں کو کیا معلوم کہ ہم نے آپؐ کو کتنی بڑی دولت سے نوازا ہے!

آیت ۸۸ ﴿لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ﴾ ''آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اُس مال و متاع کی طرف جو ہم نے ان کے مختلف گروہوں کو دے رکھا ہے''

ابوجہل کی دولت و شوکت' ولید بن مغیرہ کے باغات اور ان جیسے دوسرے کافروں کی جاگیریں آپؐ کو ہرگز متاثر نہ کریں۔ آپؐ ان کی ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دنیا و مافیہا کی حیثیت اللہ کی نگاہ میں مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی تک نہ دیتا۔ چنانچہ ان کفار کو جو مال و متاع اس دنیا میں دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔ اہل ایمان کو بھی چاہیے کہ وہ بھی مال و دولتِ دنیا کو اسی نظر سے دیکھیں۔

﴿وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡہِمۡ﴾ ''اور آپؐ ان کی حالت پر غم نہ کریں'

یہ لوگ آپؐ کی دعوت کو ٹھکرا کر عذاب کے مستحق ہو رہے ہیں۔ ان میں آپؐ کے قبیلے کے افراد بھی شامل ہیں اور ابولہب جیسے عزیز و اقارب بھی' مگر آپؐ اب ان لوگوں کے انجام کے بارے میں بالکل پریشان نہ ہوں۔

﴿وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾﴾ ''اور اہل ایمان کے لیے اپنے بازو جھکا کر رکھیں۔'' اہل ایمان کے ساتھ آپ (ﷺ) شفقت اور مہربانی سے پیش آئیں۔ اِن لوگوں میں فقراء و مساکین بھی ہیں اور غلام بھی۔ یہ لوگ جب آپؐ کے پاس حاضر ہوں تو کمال تواضع سے ان کا استقبال کیجیے اور ان کی دلجوئی فرمایئے۔ اس سے قبل یہی بات اس انداز میں بیان فرمائی گئی ہے: ﴿فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ﴾ (الانعام: ۵۴)۔ سورۃ الشعراء میں بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں دہرایا گیا ہے: ﴿وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۱۵﴾﴾ کہ اہل ایمان جو آپ (ﷺ) کی پیروی کر رہے ہیں' آپ اپنے کندھے ان کے لیے جھکا کر رکھیے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کے ادب و احترام کے سلسلے میں بھی یہی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ اولاد اپنے والدین کے ساتھ ادب' محبت' عاجزی اور انکساری کا معاملہ کرے۔

فرمان نبویؐ

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ ((یَا ابۡنَ آدَمَ اِنَّکَ اَنۡ تَبۡذُلَ الۡفَضۡلَ خَیۡرٌ لَکَ وَاَنۡ تُمۡسِکَہٗ شَرٌّ لَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابۡدَاۡ بِمَنۡ تَعُوۡلُ وَالۡیَدُ الۡعُلۡیَا خَیۡرٌ مِّنَ الۡیَدِ السُّفۡلٰی)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے آدم کی اولاد! اگر تو بچت کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے گا تو یہ تیرے لئے خیر کا سامان ہوگا اور اگر بچت کو جمع کرے گا تو یہ برائی پیدا کرے گی اور کفالت کی حد تک جمع رکھنے میں ملامت نہیں ہے اور جب خرچ کرو تو ابتدا ان سے کرو جو تمہاری ذمہ داری میں ہیں۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

انسان کی بچت فاضل سرمایہ ہوتا ہے جسے یا تو دنیا کا سامان جمع کرنے کے لئے وہ استعمال کرے گا یا پھر آخرت کا توشہ بنانے کے لئے' اور ظاہر ہے آخرت کا سرمایہ بہترین سرمایہ ہے اور دنیا کی دولت تو انسان کو دنیا کے ساتھ ملوث کر دیتی ہے جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اپنی آمدن کے لحاظ سے ماہانہ اخراجات یا سالانہ معاش کی حد تک جمع رکھنا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن خرچ کرنے میں سب سے پہلے گھر والے اور پھر قرابت دار ہی حقدار ہیں۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

25 تا 31 مارچ 2014ء — جلد 23
23 تا 29 جمادی الاولیٰ 1435ھ — شمارہ 12

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
محبوب الحق عاجز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت گولیوں سے بو رہے ہو

مسلمانوں کے باہمی تنازعات اور جھگڑوں کے تصفیہ کے بارے میں قرآن حکیم کا واضح فیصلہ ہے کہ "اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دیا کرو۔ پھر اگر ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے، لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو، اور عدل کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ اگلی آیت میں اہل ایمان تو اُن کے باہمی رشتہ اخوت کی یاد دہانی کر دا کر پھر صلح کرانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ "مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈور، امید ہے تم پر رحم کیا جائے گا۔" (الحجرات:10,9) مذاکرات سے باہمی کشیدگی کا حل دینی روح کے مطابق ہے۔ چنانچہ قوم کے فہمیدہ عناصر، محبّ وطن حلقوں اور اسلام پسند عوام کی عظیم اکثریت حکومت اور تحریک طالبان پاکستان کے درمیان جاری مذاکرات کی پُر جوش حامی ہے اور مذاکراتی عمل کی دل و زبان سے تائید وحمایت کر رہی ہے۔ البتہ ایک محدود طاقتور اقلیت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو مذاکرات، مفاہمت اور ڈائیلاگ کی سرے سے مخالفت اور فوجی آپریشن کا مطالبہ کر رہی ہے۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات کی راہ ہموار کرنے کے لیے قائم کمیٹی کے رکن میجر (ر) محمد عامر کا یہ کہنا بجا ہے کہ مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے احرار الہند نامی تنظیم کے ساتھ ساتھ کئی سیاسی قوتیں بھی سرگرم ہیں۔ انہوں نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے پچھلے سال نواز شریف کو تحریک طالبان کے ساتھ امن مذاکرات کا مینڈیٹ کل جماعتی کانفرنس میں دیا تھا، مگر اس کانفرنس کے فیصلوں کی روشنی میں جیسے ہی حکومت نے مذاکرات کا آغاز کیا اور ایک کمیٹی قائم کی تو کانفرنس میں شریک بعض جماعتوں نے علی الاعلان مذاکرات کی مخالفت شروع کر دی۔ یہ جماعتیں ہر روز مذاکرات کے خلاف بیانات داغ رہی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کے پاس طالبان کے ساتھ مذاکراتی عمل کی مخالفت کی کوئی عقلی بنیاد نہیں، جبکہ وہ قبل ازیں اس کی حمایت کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں نے اے پی سی میں مذاکراتی عمل کی تائید اس لیے کی تھی کہ شاید نئی حکومت بھی اپنے پیش رو حکمرانوں کی طرح آل پارٹیز کی قرارداد کو دیوار سے دے مارے گی، مگر جب ان کی توقعات پوری نہ ہوئیں اور سنجیدہ انداز سے مذاکرات آگے بڑھنے لگے تو یہ خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے، طاقت کے بے رحمانہ استعمال کی وکالت کرنے لگے۔

گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو ان لوگوں کا مسئلہ تحریک طالبان نہیں، نظریۂ پاکستان ہے۔ یہ طالبان نہیں، نظام اسلام کے مخالف ہیں، جس کے قیام ونفاذ کے یہ خطۂ زمین حاصل کیا گیا تھا۔ جس کا مطالبہ تحریک طالبان ہی نے نہیں کیا، بلکہ چھ عشروں سے پاکستان کی دینی جماعتیں اور ملت اسلامیہ پاکستان کی عظیم اکثریت کرتی آ رہی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں اسلام کا احیائی پراسس چل رہا ہے اور اس کے خلاف نیو ورلڈ آرڈر کی علمبردار دجالی قوتیں برسر پیکار ہیں۔ اسلام اور مغرب کے عالمی معرکے میں یہ لوگ دجالی قوتوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اسلامی نظریے اور نظام زندگی سے ان کی بیزاری طالبان سے شدید بغض، حد درجہ نفرت اور اندھے انتقام کی صورت میں چھلک رہی ہے۔ انہیں اگر تحفظات محض بندوق کے زور پر شریعت کے نفاذ پر ہوتے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو یہ آئینی راستے سے اسلام کا راستہ نہ روکتے۔ اگر انہیں اختلاف طالبان کی شریعت سے ہوتا تو یہ کبھی اپنی ہی قائم کردہ اسلامی نظریاتی کونسل، اپنے ہی چنیدہ علماء کی سفارشات کو طاق نسیاں نہ بناتے، بلکہ ان کی روشنی میں کم از کم 700 غیر اسلامی قوانین کا ضرور خاتمہ کر دیتے۔ یہ اسلامی فلاحی ریاست کے اصولوں کے عین مطابق معاشی توازن کا اہتمام کرتے اور تھر جیسے المیے جنم نہ لیتے، طبقاتی نظام کو جڑ سے

اکھاڑ کر مساواتِ محمدیؐ قائم کرتے اور سماجی ناہمواریوں کا خاتمہ ہوتا، عوام کو بنیادی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاتے اور غربت و افلاس کے سبب خودکشیوں کے دلدوز واقعات پیش نہ آتے، اسلامی سزاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی کی بجائے انہیں بالفعل نافذ کرتے اور معاشرہ قتل و غارت، چوری، ڈکیتی، بدکاری اور گینگ ریپ جیسے سنگین جرائم سے پاک ہوتا۔ لیکن ان کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے یہ شریعت کے حق میں اٹھنے والی ہر صدا بادینے پر کمربستہ ہیں۔ نفاذِ اسلام کی یہ صدا انتخابی عمل میں شریک ،پُرامن دینی جماعتوں کی جانب سے اٹھے یا بندوق بردار طالبان کی جانب سے، یہ اس کا گلا بہرصورت گھونٹ دینا چاہتے ہیں۔ اور تو اور انہیں اپنی ہی قائم کردہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات بھی آپے سے باہر کر دیتی ہیں، اور یہ انہیں فرسودہ رسوم کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام اور شریعت کی بات جو بھی کرے، وہ انتہاپسند ہے، اس کا راستہ روکنا، اسے سب و شتم کا نشانہ بنانا، اور ہو سکے تو نشانِ عبرت بنانا لازم ہے۔

ان لوگوں کی اسلام بیزاری، خلاقی گراوٹ اور ذہنی پستی کا یہ عالم ہے کہ افغانستان میں طالبان تحریک اور دیگر جہادی قوتوں کی امریکا اور اتحادیوں کے خلاف فتح پر ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں، ان کے دلوں میں طوفان اٹھ رہے ہیں، ان کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔ یہ کفر کے عالمی لشکر کی ہزیمت اور طالبان کی فتح کو اپنے لیے پیغامِ مرگ قرار دیتے ہیں۔ اسی قبیل کے ایک قلمکار کو اس بات کا دھڑکا لگا ہے کہ ''اب جبکہ امریکہ سفارتی طور پر طالبان کو تسلیم کر رہا ہے، ہمارے لیے یہ پیشرفت طالبان کی کامیابی ہے، لیکن ہم یہ بھول رہے ہیں کہ جو چیز ملاعمر کے لیے فتح کی نوید ہے وہ ہمارے لیے پیغامِ مرگ ہے، کیونکہ ملاعمر کی اسلامی ریاست، جو بس امریکیوں کی روانگی کی منتظر ہے، کے قائم ہوتے ہی اس کی نظریاتی حدود کے آہنی خدوخال حکیم اللہ محسود کی صورت میں پاکستان کے اندر تک سرایت کر آئیں گے۔'' نہیں جناب! ملاعمر سے خوف نہ کھائیے، خود اہلِ پاکستان ریاستِ مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والی اس مملکتِ خداداد کو عہدِ حاضر کی عظیم الشان اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے۔ جس سے قوم کو طبقاتی استحصالی نظام سے نجات ملے گی اور اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی اپنی بہاریں دکھائے گا۔ ملاعمر ہم پر مسلط نہیں ہوں گے بلکہ ہماری تمام تر بے وفائیوں کے باوجود ہمارے معاون اور پاکستان کو میلی نگاہ سے دیکھنے والوں کے لیے شمشیرِ براں ہوں گے۔ یہ ہمارے سامنے کی حقیقت ہے کہ افغانستان میں ملاعمر کی اسلامی حکومت واحد پرو پاکستان گورنمنٹ رہی ہے۔ ان کے علاوہ جتنی بھی حکومتیں بنیں وہ پاکستان مخالف رہی ہیں۔

مذاکرات کے مخالفین کے اس تضاد کی کیا توجیہہ کی جائے کہ یہ بلوچستان میں قومی پرچم کی بےحرمتی کرنے والوں، ریلوے ٹریک، گیس پائپ لائنوں کو بموں سے اڑانے والوں اور پنجابیوں کو چن چن کر نشانہ بنانے والوں کے خلاف آپریشن کا مطالبہ نہیں کرتے، بلکہ مذاکرات اور ڈائیلاگ کی بات کرتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک طالبان اتنے قابلِ نفرت ہیں کہ ان کے ''ناپاک'' وجود سے دھرتی کا سینہ پاک کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے اگر لاکھوں سروں کی فصل کاٹنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ عین دانشمندی ہے۔ یہ فصل بلاتامل کاٹ دینی چاہیے، تاکہ مستقبل میں ان کے ''مثالی کلچر'' اور استحصالی سیکولر طرزِ سیاست کے لیے کوئی امکانی خطرہ باقی نہ رہے۔ یہ لوگ ہمارے عسکری اداروں کے بےرحمانہ فوجی آپریشن ہی کے حامی نہیں، بلکہ امریکی ڈرون حملوں کی بھی کبھی دبے چھپے اور کبھی برملا حمایت کرتے آئے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ فضائی بمباری اور گولہ باری کے ذریعے ہمارے قبائلی علاقوں کو تاراج کر دیا جائے۔ یہ قتل و غارت کے شعلے بھڑکا کر بدامنی کی آگ بجھانے کے آرزومند ہیں۔ خون کی ندیاں بہانے اور بےگناہوں کے جسموں کے پرخچے اڑا دینے کے متمنی ہیں۔ ان کے سینوں میں دل نہیں، پتھر ہیں، جن کا یہ بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان پر وہ بات صادق آتی ہے جو قرآن حکیم نے ان کے فکری اتحادیوں بنی اسرائیل کے متعلق کہی تھی: ''پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر جیسے ہو گئے بلکہ اس سے بھی سخت۔ بعض پتھروں سے تو نہریں بہہ نکلتی ہیں، اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی بہہ نکلتا ہے اور اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے عملوں سے غافل نہیں ہے''۔ (البقرہ:74)

یہ لوگ دینی رشتوں سے تہی، معقولیت سے عاری اور ملک کو لاحق خارجی خطرات سے یکسر منہ موڑے ہوئے ہیں۔ حیرت ہے کہ آگ اور خون کا کھیل جاری رکھنے پر مصر ہیں مگر فوجی آپریشن کے خوفناک نتائج سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ وزیرستان، سوات اور بلوچستان آپریشنوں کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کے نتائج ہم بھگت چکے ہیں، مگر یہ اس سے کوئی سبق سیکھنے کو تیار نہیں۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی بنیاد اگرچہ ہم نے ربع صدی تک نظریہ پاکستان سے روگردانی کر کے پہلے ہی فراہم کر دی تھی، تاہم 1970ء کے انتخابی نتائج کے مطابق حکومت سازی کی بجائے فوجی آپریشن نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ اگست 1971ء میں جب بنگال میں کسی حد تک شورش پر قابو پا لیا گیا تھا، اور بہت حد تک امن ہو گیا تھا، اور مکتی باہنی پر مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔ کرنل شریف الحق والیم کے اعترافی بیان کے مطابق کلکتہ میں مقیم عوامی لیگی لیڈر ڈھاکا واپسی کے بہانے ڈھونڈنے لگے تھے۔ اس وقت بھی چین کے وزیراعظم چواین لائی نے پاکستان کے فوجی حکمرانوں کو شیخ مجیب اور کلکتہ میں پناہ گزین تاج الدین، کھنڈکر مشتاق سے مذاکرات کا مشورہ دیا تھا، تاکہ اندرا گاندھی کو فوجی مداخلت کا موقع نہ مل سکے، مگر شراب و شباب کے نشے میں مست یحییٰ خان ٹولے پر طاقت کا بھوت سوار تھا۔ انہوں نے یہ مشورہ قبول نہ کیا۔ چنانچہ ٹینکوں اور توپوں کے زور پر ریاست کی رٹ قائم کرنے کے شوق میں ملک دولخت کر بیٹھے۔ حبیب جالب نے تب جو بات کہی تھی وہ آج بھی مذاکرات کے مخالفین پر صد فیصد صادق آتی ہے۔

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خوں سے دھو رہے ہو
گماں تم کو کہ رستہ کٹ رہا ہے
یقیں ہم کو کہ منزل کھو رہے ہو

☆☆☆

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم

صفات باری تعالیٰ

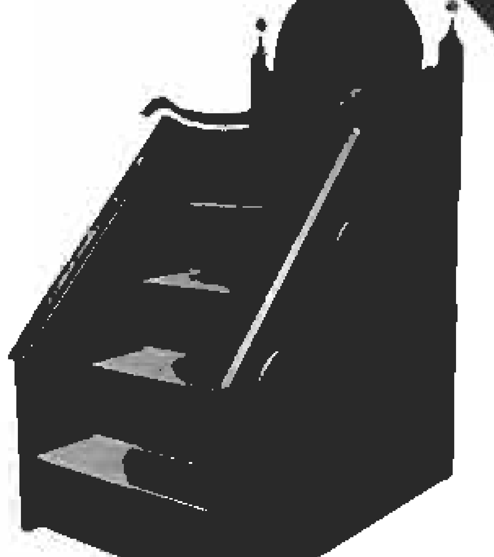

انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کی نوعیت نہیں جان سکتا۔ اُس کی معرفت اُس کی صفات کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتی ہے

سورۃ الحشر کی آیات 22 تا 24 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 28 فروری 2014ء کا خطاب جمعہ!

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات!

سورۃ الحشر کا آخری رکوع ہمارے زیر مطالعہ ہے۔

گزشتہ جمعہ اس کی آیت ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ......﴾ پر گفتگو ہورہی تھی۔ عظمت قرآن کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی عظیم ترین آیت ہے۔ جس میں اللہ نے واضح فرمایا ہے کہ ''یہ کلام اگر ہم کسی پہاڑ پر اُتار دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ پڑتا۔'' اس آیت کا ایک پہلو تو عظمت قرآن ہے۔ یعنی قرآن کی عظمت اور اس کا مقام و مرتبہ تم جان ہی نہیں سکتے۔ اسے ایک تمثیل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ قرآن کوئی عام کتاب نہیں ہے، یہ اللہ کا کلام ہے، اور جو تاثیر اللہ تعالیٰ کی تجلی کی ہے وہی تاثیر اس قرآن کی ہے۔ تم نہ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو کما حقہ جان سکتے ہو اور نہ قرآن ہی کی عظمت کو جان سکتے ہو، لیکن اس تمثیل سے اِسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ پھٹ جاتا، اللہ کی ہیبت سے۔

اس آیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں انسان کے حوالے سے ایک شکوہ ہے کہ قرآن اتنا عظیم کلام ہے، لیکن جب انسان کا دل سخت ہوجاتا ہے تو اس عظیم الشان کلام سے بھی اثر نہیں لیتا۔ نزول قرآن سے پتھر کا پہاڑ تو پھٹ سکتا ہے، لیکن انسان کے دل کی سختی پتھر سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ سختی میں پتھر کے پہاڑ کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اِسی حوالے سے قرآن مجید میں یہود کے بارے میں فرمایا: ''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔ اور پتھر تو بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں۔'' (البقرہ:74) انسان کی محرومی کی یہ انتہا ہے کہ وہ قرآن جیسے عظیم الشان کلام، اور اس قدر عظیم نعمت سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے اپنے والد کے تین اشعار نقل کیے ہیں۔

مرتب: ابواکرام

سنتے سنتے نغمہ ہائے محفل بدعات کو
کان بہرے ہوگئے، دل بدمزہ ہونے کو ہے!
آؤ سنوائیں تمہیں وہ نغمۂ مشروع بھی
پارہ جس کے لحن سے طور ھدیٰ ہونے کو ہے!
حیف گر تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو
کوہ جس سے خاشعاً متصدعاً ہونے کو ہے!

یہ نغمۂ مشروع کون سا ہے جو حضور ﷺ بھی فرمائش سے سنا کرتے تھے؟ یہ قرآن حکیم ہے۔ اگر تمہارے دل پر اس قرآن کی تاثیر نہیں ہورہی، اس کی بجائے اور چیزیں اثر کرتی ہیں تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ قرآن تو وہ نغمہ ہے کہ جس سے پہاڑ پھٹ جائیں۔ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آدھی رات، دو تہائی رات قرآن پڑھتے، اور صحابہؓ کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ مختلف موقع پر صحابہؓ سے فرمائش بھی کرتے تھے کہ مجھے قرآن سناؤ۔ واقعتاً قرآن ہی صحیح معنوں میں سننے کی چیز ہے۔ یہ تو نعمت ہدایت ہے جو عظیم ترین نعمت ہے۔

اگلی آیت میں صفات باری تعالیٰ کا بیان ہے۔ یعنی جب کلام الٰہی کی عظمت کا یہ معاملہ ہے تو غور کرو صاحب کلام کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی نوعیت کو نہیں جان سکتے۔ اس بارے میں بحث سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ اللہ کی معرفت اُس کی صفات کے ذریعے حاصل ہوگی۔ ہم اس کی عظمت کا کسی قدر اندازہ اس کی صفات کے حوالے سے کرسکتے ہیں۔ صفات کے حوالے سے بھی ایک اصولی بات یہ فرمادی گئی کہ تمام اچھے نام اللہ کے ہیں۔ معرفت الٰہی کی ایک سطح وہ ہے جو ہم سورۃ الحدید اور سوۃ الحشر میں تسبیح باری تعالیٰ کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں۔ تسبیح کیا ہے؟ یہ کہ ذات باری تعالیٰ ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی، ہر کوتاہی سے پاک اور منزہ ہے۔ اور تحمید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حسن و خوبی، اور ہر رعنائی کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ تسبیح اور تحمید ایک اعتبار سے معرفت کو مکمل کردیتی ہے۔ جب آدمی یہاں تک پہنچ جائے تو گویا ایک درجے میں معرفت کی تکمیل ہوگئی۔ اللہ کے بارے میں اصولی طور پر ہم یہی جان سکتے ہیں کہ وہ ایک کامل ہستی ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔ صاحب کلام کی عظمت کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے اس کے صفاتی ناموں پر غور کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ ہمیں جتنا زیادہ اللہ کی عظمت، اُس کی صفات کمال اور حسن و خوبی کا احساس ہوگا اتنا ہی

ہمارے اندر ایمان پختہ ہوگا، اور اللہ کے ساتھ محبت میں شدت آئے گی، اور ہم اس کے ساتھ ایک قلبی تعلق محسوس کریں گے۔ عظمت الٰہی کا احساس نہیں ہوگا تو ایمان زبانی عقیدہ رہ جائے گا۔ جیسا کہ فلسفیوں کے ہاں ایک تصور ہے کہ ایک ''First mover'' ہے، اُس نے کائنات کا آغاز کر دیا ہے۔ جب اُس نے کائنات کو پہلی کک لگا کر متحرک کر دیا تو اب کائنات اور اُس کا نظام کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق نہیں رہا۔

چنانچہ اب یہاں اللہ کی صفات آ رہی ہیں۔ فرمایا:

﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ ﴾

''وہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

اللہ میں پہلی صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ معبود برحق ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس کی بندگی اور پوجا کی جائے، جس سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے رجوع کیا جائے۔ کائنات میں وہی ذات واحد عبادت کے لائق ہے۔ اُس کے سوا نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ حاجت روا، نہ رازق ہے، نہ بندگی کے لائق۔ اس لیے کہ وہی خالق ہے، اور باقی سب مخلوق ہیں، اور خالق و مخلوق میں کوئی موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان کا المیہ یہ ہے کہ وہ خوگر پیکر محسوس ہے۔ لہٰذا کچھ لوگوں نے اس خیال سے اللہ ایسا ہی ہوگا، اپنے ہاتھ سے بت بنا دیئے۔ اُن کے ہاتھ اور آنکھیں بنا دیں۔ پھر اُن کے آگے سر جھکا دیا۔ کچھ لوگ کسی آئیڈیا کی بندگی کرنے لگے۔ کوئی اپنے ہی حسن کا دیوانہ بنے پھرتا ہے۔ اپنی ذات ہی اس کا کعبہ بنی ہوئی ہے۔ لوگوں کی عظیم اکثریت اپنے مفادات، اپنی دلچسپیاں اور اپنی نفسانی خواہشات کی غلام ہے۔ بہت سے عبدالدینار اور عبدالدرھم یعنی دولت کے پجاری ہیں۔ اُن کے نزدیک دولت ہی حاصل کرنے کی شے ہے۔ وہ حاصل کرنی چاہیے، چاہے جہاں سے بھی آئے۔ اُن کی ساری محبت اُس کے ساتھ ہے۔ اس کے دل کی کلی تب کھلتی ہے جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ میرا مال اتنا اور بڑھ گیا ہے۔ یہاں اللہ نے واضح فرما دیا کہ کوئی شے ایسی نہیں، جس کی بندگی کی جائے۔ اللہ کے سوا اور چیزوں کی بندگی انسان کی ذہنی پستی کا مظہر ہے۔ ورنہ کائنات میں لائق عبادت تو صرف ایک اللہ کی ہستی ہے۔ تو یہ ہے اللہ کا پہلا تعارف۔ آگے فرمایا:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ ﴾

''(وہی) غائب اور حاضر کا جاننے والا (ہے)۔''

غیب کا لفظ یہاں بندوں کے لحاظ سے استعمال ہوا ہے، ورنہ اللہ کے لئے ہر چیز شہادت (حاضر) کے حکم میں داخل ہے۔ ہمارے لئے غیب وہ چیزیں ہیں جو ہم سے مخفی ہیں۔ شہادت وہ ہے جو ہمارے سامنے ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ کائنات کے جتنے بھی حقائق ہیں، اُن میں کچھ ہمارے لیے غیب کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ شہادت کا مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب میں سے کسی قدر علم اپنے رسولوں اور نبیوں کو دیا ہے، جیسا کہ سورۃ الجن اور بعض دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کل غیب کا عالم صرف اللہ ہے۔ آیت الکرسی میں فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ ﴾ (البقرۃ:255) ''اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے اس علم غیب میں سے کسی کو کتنا حصہ دیتا ہے یہ بھی اس کے اختیار میں ہے۔

صفت علم اللہ کی بنیادی صفت ہے۔ علم بندوں کی بھی صفت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم اور مخلوقات کے علم میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ یہ ہماری زبان کی مجبوری ہے کہ جب بعض صفات کو بیان کرتے ہیں تو اللہ کے لیے اور انسانوں کے لیے الفاظ مشترک لاتے ہیں۔ مثلاً اللہ بھی عالم ہے، انسان بھی عالم ہے۔ یہاں عالم کا لفظ اللہ کے لیے بھی استعمال ہو رہا ہے اور انسان کے لیے بھی۔ اسی طرح صفت قدرت کا معاملہ ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، تو کسی قدر انسان بھی قادر ہے۔ اسے اللہ نے یہ اختیار تو دیا ہے کہ چاہے تو شکر گزار رہے، چاہے تو کفرانِ نعمت کی روش اپنائے۔ لیکن اس ضمن میں تین فرق کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں، اور مخلوقات میں سے جس کے

پریس ریلیز 21 مارچ 2014ء **حافظ عاکف سعید**

حکومت ڈالروں کے لالچ میں خلیجی ممالک کی باہمی آویزش میں الجھنے سے گریز کرے

جنسی تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات کا حل مالی امداد نہیں، فحاشی و عریانی کی روک تھام ہے

نظام تعلیم کو اسلامی بنایا جائے۔ اسی سے ہماری دنیا و آخرت سنورے گی

ہمیں ڈالروں کی لالچ میں خلیجی ممالک کی باہمی آویزش میں الجھنا نہیں چاہیے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ خزانے میں ڈیڑھ ارب ڈالر کی پراسرار آمد کا معمہ حل ہونا چاہیے اور حکومت کو چاہیے کہ وہ اس حوالے سے کھل کر بات کرے اور عوام کو اعتماد میں لے۔ اس رقم کے عوض قومی یا ملی مفاد کا سودا نہیں کرنا چاہیے۔ جنسی تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ اس کا یہ حل نہیں کہ صوبے کا حکمران متاثرہ خاندان کے پاس پہنچ جائے اور انہیں کچھ رقم دے دلا کر یہ سمجھے کہ اس نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی اور پھر اگلی واردات کا انتظار کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ نجی اور حکومتی ذرائع ابلاغ جس طرح عریانی اور فحاشی کی تشہیر کرتے ہیں جنسی بے راہ روی اس کا منطقی اور لازمی نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنسی تعلیم کے نام پر جس طرح نوجوان نسل کو بے حیائی کی طرف راغب کیا جا رہا ہے یہ معاشرے کی تباہی کا سامان فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان واقعات کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ فحاشی اور بے حیائی کے سرچشموں کو مکمل طور پر بند کیا جائے۔ مدارس کے حوالے سے حکومتی عزائم پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دینی اور دنیوی تعلیم آج کے انسان کی اہم ضرورت ہے۔ جہاں مدارس میں مغربی زبانیں اور کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم بہتری لائے گی وہاں سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں قرآن وحدیث کی تعلیم ازحد لازم ہے نظام تعلیم کو اسلامی بنایا جائے، اس سے ایک طرف اس دنیا میں اچھا معاشرہ تشکیل پائے گا اور دوسری طرف مسلمانوں کی آخرت بھی سنور سکے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

پاس جو بھی صفت ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ جب چاہے اسے لے لے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ جبکہ مخلوقات کی صفات عارضی ہیں، حادث ہیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات لامحدود ہیں۔ جبکہ مخلوقات میں سے جس کے پاس جو صفت بھی ہے، خواہ علم ہے، قدرت ہے یا کوئی اور وہ سب کی سب محدود ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ۝﴾ (الحشر:22)

"وہ رحمان ورحیم ہے۔"

یہاں اللہ کا تعارف اُس کی رحمانیت کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ اللہ رحمان اور رحیم ہے۔ یہ صفات باری تعالیٰ کی وہ جہت ہے، جس کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہ مخلوقات کے لیے سب سے زیادہ کشش رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قدیر اور مختار مطلق ہونے کے باوجود حد درجہ مہربان، انتہائی رحم فرمانے والا ہے۔ صفت رحمان کے اندر اللہ کی رحمت کے جوش کا مفہوم ہے۔ گویا اس کی صفت رحمت میں طغیانی ہو، جبکہ رحیم کے لفظ کے اندر رحمت کی پائیداری کا مفہوم ہے۔ لفظ رحمان ورحیم میں یہ کیفیات اللہ کی دو شانیں ہیں۔ ایک انسان میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی ایک کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کسی کو اچانک دیکھ کر اُس میں یک دم رحمت کا جذبہ اُمڈ آتا ہے۔ دوسری کیفیت یہ ہے کہ اُس میں مستقلاً لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور رحمت کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ آگے صفات باری تعالیٰ کا ایک حسین گلدستہ آیا ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَيۡمِنُ الۡعَزِيۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَكَبِّرُ ؕ﴾

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بادشاہ (حقیقی) پاک ذات (ہر عیب سے) سلامتی امن دینے والا نگہبان غالب زبردست بڑائی والا۔"

اللہ تعالیٰ تو وہ ہستی ہے جو معبود برحق ہے۔ اُس کی ایک اور صفت "الملک" ہے، جس کا لفظی ترجمہ ہے، بادشاہ۔ مراد ہے بادشاہ حقیقی۔ بادشاہ تو دنیا میں بھی ہوتے ہیں۔ ماضی میں بادشاہت کا تصور شخصی تھا۔ آج کے دور میں جمہوری "بادشاہت" کا تصور آ گیا ہے۔ یعنی اب فرد کی بجائے عوام کی بادشاہی ہے۔ لیکن اللہ کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس نہ کرو، وہ بادشاہ حقیقی ہے۔ "الملک" کی تشریح قرآن مجید کے اور کئی مقامات پر آئی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی یہ بادشاہی کس معانی میں ہے۔ بادشاہی کا ایک تصور ہمارا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اس سے ماوراء ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ﴿بَلۡ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ﴾ (البقرہ:116) "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور سب اس کے فرمانبردار ہے۔" پوری کائنات اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ پھر زمین پر اس قدر فساد کیوں مچا ہوا ہے؟ یہاں ابلیس کی حکمرانی کیوں ہے؟ دیکھئے، اللہ نے انسان کو امتحان کے لیے کچھ اختیار دیا ہوا ہے۔ چنانچہ انسان سرکشی پر اُتر آتا ہے۔ حقیقت میں اُس کا پورا وجود اللہ کے قانون کا پابند ہے۔ یہ پورا جسم جس کے اندر یہ جسمانی مشین چل رہی ہے، اُس کا ایک ایک انگ، ایک ایک بال، ایک ایک خلیہ اللہ کے قاعدے اور ضابطے کا پابند ہے۔ ایک محدود معاملے میں اللہ نے ہمیں کچھ آزادی دی ہے، اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھا کر انسان نے دنیا میں ایک طوفان بدتمیزی برپا کیا ہوا ہے۔ کائنات میں ہر چیز اللہ کے حکم کے تابع ہے، اسی کے تابع فرمان ہیں۔ کائنات پر اُسی کا کنٹرول ہے، فیصلے کے لیے ساری چیزیں اسی کی عدالت میں پیش ہونی ہیں۔ اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں "الملک" کی شان یہ بیان فرمائی کہ ﴿وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ﴾ "اور اس کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے۔" (آیت:111) دنیا میں جو بادشاہ ہوتے ہیں، اُن کی بادشاہی اور لوگوں کے بل پر قائم ہوتی ہے۔ جب جاگیردارانہ نظام قائم تھا تو پنج ہزاری منصب دار بادشاہ کی طاقت ہوتے تھے۔ ان کے بغیر بادشاہ کی اپنی کوئی طاقت نہ ہوتی۔ آج کی جمہوری دنیا میں حکمرانوں کا اقتدار عوام کے بل پر قائم ہوتا ہے۔ وہ جب چاہیں عوامی تحریک کے ذریعے انہیں اقتدار سے الگ کر دیں۔ گویا عوام اُس کے اختیار و اقتدار میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ ایسا بادشاہ ہے کہ اُس کے اختیار میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔ پھر یہ کہ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ: ﴿بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ﴾ (المومنون:88) "جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔" ہر چیز پر اللہ کی سلطانی اور فرمانروائی ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر پتا تک جنبش نہیں کرسکتا۔ وہ "فعال لما یرید" ہے، جو چاہے کر گزرے۔ کوئی اس کا ہاتھ روکنے والا نہیں۔ کوئی اس سے باز پرس نہیں کرسکتا۔ سب مخلوقات اس کے سامنے جوابدہ ہیں۔ دنیا میں جب یہاں بڑے بڑے ڈکٹیٹر اپنے ملکوں سے بھاگ جاتے ہیں تو انہیں امریکہ، برطانیہ یا کوئی اور ملک پناہ دے دیتا ہے۔ لیکن اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ بادشاہ حقیقی ہے۔ اُسے عام بادشاہوں پر قیاس نہ کرو۔ اللہ کی ایک اور صفت "القدوس" ہے۔ یعنی وہ ہر عیب، ہر نقص اور ہر خرابی و برائی سے پاک ومنزہ ہے۔ اُس نے بندوں کی ہدایت کے لیے کتاب اتاری، تاکہ وہ پاکیزہ بن کر اُس کا قرب حاصل کریں۔ اللہ "السلام" ہے۔ اپنے بندوں کے لیے ہر آفت اور ہر خطرے سے امان اور سپر ہے۔ پھر وہ "المومن" ہے، یعنی امان دینے والا۔ جب بندہ شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے حملوں سے اُس کی پناہ ڈھونڈتا ہے تو وہ اُس کو پناہ دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ "المھیمن" ہے۔ مہیمن کے معنی خلیل اور نگراں کے ہیں۔ وہ "العزیز" یعنی وہ زبردست ہے۔ وہ سب پر حاوی ہے۔ وہ کسی کو جوابدہ نہیں ہے۔ وہ "الجبار" یعنی زور آور ہے۔ وہ اپنے حکم کو پورے طور پر نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ "المتکبر" یعنی بڑائی اور برتری کا احساس رکھنے والا ہے۔ یہ احساس اللہ کے سوا کسی اور کے اندر ہو تو باطل ہے۔ البتہ اللہ کے لیے تکبر زیبا اور برحق ہے کہ اُس کی بڑائی ذاتی اور ازلی و ابدی ہے۔ انسان حقیقت میں بڑا نہیں ہوتا، بڑا بن بیٹھتا ہے، لیکن اللہ تو واقعی بڑا ہے۔ وہ صاحب کبریا ہے۔ کبر کا جامہ اُسی پر راس آتا ہے۔ اگر وہ فخر کا اظہار کرے اور وہ متکبرانہ شان دکھائے تو اس کو حق پہنچتا ہے۔ بہرحال بندے سے یہ تقاضا نہیں کہ وہ اس صفت میں خود کو اللہ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرے۔ بندگی عاجزی اور تواضع کا نام ہے۔ اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔ ایک شخص کے اعمال صالحہ کتنے ہی زیادہ ہوں اگر اسے گھمنڈ ہو جائے کہ میں بڑی شے ہوں، میں نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے، تو اللہ کی طرف سے پکڑ آ جائے گی۔ بندہ کا کام یہ ہے کہ اسے جتنی زیادہ خیر کی توفیق ملے، اتنا ہی وہ اللہ کے سامنے جھکے اور مخلوقات کے سامنے بھی متواضع ہو۔ پھلدار درخت پر پھل آتا ہے تو وہ اکڑتا نہیں، بلکہ اس کی شاخیں اور جھکتی چلی جاتی ہیں۔ تکبر اللہ کی چادر ہے۔ جو شخص تکبر کرتا ہے، اللہ اُسے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝﴾ (الحشر:23) یعنی "اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔"

اگلی آیت میں اللہ کے مزید صفاتی نام آئے ہیں:

(باقی صفحہ 16 پر)

بیدار ہے طاغوت، خوابیدہ مسلمان

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دنیا ظلم، جبر اور استحصال کی آندھیوں کی لپیٹ میں ہے۔ یہ کہانیاں ایک سی ہیں۔ خواہ افریقہ کے غیر متمدن جنگلوں میں وحشی آدم خور قبیلوں کے سرداروں کی ہوں یا مہذب دنیا کی 'ہائی ٹیک' سفاک لیکن تہذیب و شائستگی میں ملفوف ہائی فائی درندگی ہو۔ شام، دنیا کے وسط میں پائے جانے والا ملک، چہار جانب اڑتی ضرب المثل دعوتوں، بوفوں کے سمندر میں بھوک کا ایک ایسا جزیرہ جہاں کتے، بلیاں، گدھے کھانے اور کتیا کے دودھ سے بچوں کی بھوک مٹانے کی خبریں تو سوشل میڈیا پر تصاویر اور ویڈیو کلپس کے ساتھ آگئیں تاہم تصویر لینے والے ہاتھ خوراک کا لقمہ ہڈیوں کے اس ڈھانچے یا بلکتے بچے کو نہ دے سکے۔۔۔؟ شاید تصاویر خلائی سیارے یا مریخ سے لی جاتی ہیں! ہم ابھی ان مناظر پر دل گرفتہ تھے کہ سندھ کے وڈیروں کی دولت کے دریاؤں کے بیچ تھر کا قحط اچانک منظر عام پر آگیا۔ ابتدائی وزارتی تبصرے یہ تھے کہ 'قحط ہر سال آتا ہے میڈیا نے بات بڑھا دی'۔ وزیر اطلاعات شرجیل میمن بولے۔۔۔ 'تھر میں بچوں کی اموات تو معمول کی بات ہے'۔ (ہمارا دھیان تو غیر معمولی اموات کے لیے شمالی وزیرستان میں آپریشن پر زور دینے پر مرکوز رہا!) قحط کے دلسوز مناظر کے بیچ وزیر اعلیٰ کے شاندار لنچ کا تذکرہ کر کے بدمزگی پیدا کرنے سے کیا حاصل۔ وزیر اعلیٰ سندھ یا تھر کی مفلوک الحال آبادی کو انگریزی میں شرف ہم کلامی بخشنے والے مرفوع القلم ہی کے درجے میں آتے ہیں۔ انہیں چھوڑیئے، قحط کا ایک اور منظر دیکھیے۔ حکمرانی کسے کہتے ہیں۔ ''سول سرونٹ'' کی اصطلاح جہاں سے جاری ہوئی تھی وہ ہوتے کیسے ہیں۔۔۔؟

دورِ فاروقی کا جزیرہ نمائے عرب ہے۔ بارش نہ ہونے، آندھیاں چلنے، کھیتیاں جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہوگئی۔ انسان اور جانور ہلاک ہونے لگے۔ لوگ بھوک سے بچنے کے لیے مدینہ پناہ لینے آنے لگے۔ تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ قحط کے اثرات دور ونزدیک پھیل گئے۔ سیدنا عمرؓ نے فلسطین، شام، عراق فوری خط لکھے مدد مانگی اپنے عمال سے۔ عمرو ابن العاصؓ نے فوری جواب دیا 'اطمینان رکھیے۔۔۔ میں ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا سرا آپ کے پاس ہوگا اور آخری سرا میرے پاس'۔ اسی طرح کی مدد باقی جگہوں سے بھی روانہ ہوگئی۔ کھانے پینے کا انتظام سیدنا عمرؓ نے اپنے ذمے لیا۔ دسترخوان خلافت پر ہزاروں لوگ شریک طعام ہوتے۔ روزانہ جانور ذبح کرواتے اور لوگوں کو کھلاتے۔ خود قسم کھالی کہ جب تک لوگ قحط میں مبتلا ہیں، وہ گوشت اور گھی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ عہد پر شدت سے قائم رہے۔ ایک دن بازار میں گھی اور دودھ بکتا ہوا آگیا۔ آپ کے غلام نے 40 درہم میں خرید لیا اور کہا کہ آپ کی قسم پوری ہوگئی، اب یہ بازار میں میسر ہے۔ قیمت پوچھی تو پھر فرمایا: تم نے بہت مہنگا خریدا ہے۔ خیرات کر دو۔ میں اس فضول خرچی کا روادار نہیں۔ پھر فرمایا: 'مجھے لوگوں کی تکلیف کا احساس کیونکر ہو سکتا ہے، جب تک میں خود ان کی مصیبت میں شریک نہ ہوں'۔ یہ اس ہستی کا مؤقف ہے جس کی حکمرانی میں قیصر و کسریٰ کی روم و ایران کی سلطنتیں شامل ہو چکی تھیں! ایران و شام کی آسائشوں کے دریا قدموں تلے بہتے تھے۔ مگر خلیفہ کے کرتے پر اب بھی 12 پیوند تھے۔ قحط کے سال میں ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا حالانکہ وہ سرخ و سپید تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ اگر اللہ عام الرمادہ کا قحط دور نہ فرماتا تو ہمارا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے غم میں جان دے دیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد کاشانہ خلافت میں رات بھر سجدہ ریز ہوتے رب کے حضور گڑگڑاتے، خشیت وزاری سے نماز استسقاء پڑھی۔ ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ دھواں دھار باران رحمت کے دروازے کھل گئے۔ پیاسی زمین سیراب ہوگئی!

شریعت کی حکمرانی خلافت عوام الناس کے حق میں شفیق و رحیم ہوتی ہے۔ لیکن اس میں استحصالی طبقات کی موت مضمر ہے۔ نسل در نسل گورا ہم پر اپنا نظام مسلط کر کے گیا ہے۔ وہ سول بیوروکریسی ہو، وڈیرے، جاگیردار سیاستدان ہوں، دادا کے مقدمہ کا پڑپوتے کے بڑھاپے میں فیصلہ دینے والا نظام عدل ہو، رشوت لے کر اجتماعی زیادتی کے مجرمین کو چھوڑنے، ماورائے عدالت قتل والی پولیس ہو یا ملک پر مسلط آہنی شکنجے والی فوج، عوام نسل در نسل ان کی غلامی اور چاکری میں سسک سسک کے دن پورے کرتے ہیں۔ قحط ہوں، سیلاب کے تھپیڑے ہوں، زلزلے آفات ہوں، آنے والی امداد بھی استحصالی گروہوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔ قانون کا مداری تماشا دیکھنا ہو تو سامان عبرت ہے مشرف کیس میں! ایک طرف پورے ملک میں بے گناہوں سے لبالب بھرے حراستی مراکز اور لاپتہ افراد کا ظلم، دوسری طرف خود قانون لاپتہ! ایک ورلڈ ریکارڈ یہ بھی ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ عوام کے ذہنی سانچے مسخ اور غلامانہ ہو چکے ہیں۔ کہ گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے!

شریعت کے صرف نام پر ہی پورا جاہلی نظام بیک زبان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اپنے دفاع کے لیے یک بیک کھڑا ہو جاتا ہے، جیسے فرد موت سر پر دیکھ کر فوراً دفاعی پوزیشن پر آجاتا ہے۔ انسانوں کو غلامی میں جکڑنے، ان کی جان، مال، آزادی، عزت وعفت پر قابض یہ نظام لرز اٹھتا ہے۔ جس طرح قریش اور یہود انسانوں کی آزادی، حرمت اور عدل کے ضامن اس نظام پر بھنا اٹھے تھے، آج بھی دنیا بھر کے استحصالی طبقے وہی ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ وہ امارات اسلامیہ افغانستان کی صورت میں سر اٹھائے، مالی، صومالیہ میں شرعی عدالتیں قائم کرے یا سوات میں نظام شرعی کی بات ہو۔ جاہلیت جدیدہ پر دورہ پڑ جاتا ہے۔ اس میں موت ہے حسنی مبارک، بوعلی جیسے اپنی قوم کے لٹیروں کی۔ آئینہ دکھانے کو حکمران صورت عمر فاروق آ کھڑے ہوتے ہیں۔ گورنر ابوعبیدہ بن جراح اور سعید بن عامر جیسے ہوتے ہیں (جو اپنے علاقے کے غرباء میں سرفہرست ہوتے ہیں!) سپہ سالار سعد بن ابی وقاصؓ، خالد بن ولیدؓ کی مثل ہوتے ہیں۔ جس نظام کی پاکیزگی میں شتر بے مہار ابلاغی اداروں کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ عورت کے لیے رول ماڈل ممتا میں فاطمہ الزہرہؓ، علوم میں عائشہ صدیقہؓ اور جرأت و بہادری میں حضرت صفیہؓ بن جاتی ہیں۔ آج کے مسلم معاشرے میں ان کے لیے کتنی اجنبیت ہے! نظام وہ ہے جو مغرب کی اخلاق باختہ عورت کو سٹار اور Celebrity کا درجہ دیتا ہے۔ اللہ کے حضور جوابدہی گرچہ ایک قدم بلکہ ایک سانس کے فاصلے پر ہے۔۔۔ لیکن اس کی تعلیم و تربیت تمام نصابوں سے کھرچ کھرچ کر نکال دی گئی ہے۔

گئے گزرے ادوار میں مسلمان بادشاہ علماء کی صحبت تلاش کرتے اور نصیحت کے متمنی ہوتے۔ یہاں کرسی ملتے ہی بھارتی اداکاروں، اداکاراؤں، گویوں کی پیاس ستاتی ہے۔

مظفر گڑھ میں انصاف کی بھیک مانگتی روندی گئی لڑکی احتجاج کی آگ میں جل مری۔ ذمہ دار کون ہے؟ اس میں جہاں نظام انصاف مجرم ہے وہاں بے راہ روی کے طوفان اٹھانے والی فلمیں، گانے، اشتہارات، تھیٹر، فیشن شوز کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ نوجوان تیرہ سالوں میں کاشت کی گئی روشن خیالی کے سنپولیے ہیں۔ جس آگ میں جل کر وہ بچی بھسم ہوئی وہ دن رات بھڑکائی جانے والی درندگی کی آگ ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اوپر اسے جلتا دکھا رہے تھے۔ خبر کے نیچے اشتہاری پٹی چل رہی تھی۔ ''DewtheDo'' نوجوان نسل پر سالہا سال سے برین واشنگ کرتے ایسے جملے بالآخر شرمناک رنگ لاتے ہیں۔ 'داغ تو اچھے ہوتے ہیں، مزے ہی مزے، ڈیو نہ کیا تو کیا جیا'۔ جو درندگی نوجوانوں میں گھونٹ گھونٹ اتری تھی وہ 'ڈو دا ڈیو' کر گئی۔ پھر وہ زندہ لاش بھی 'ڈو دا ڈیو' کی آگ میں جل گئی۔ البتہ پیمرا، شرعی آئین، 62، 63 والے پارلیمنٹ لاجز کے مقیموں پر جو ڈیو (Due) ہے۔ وہ نجانے کب ہوگا۔۔۔!

ہر دیس ہے بدحال ہر قوم زبوں حال
بیدار ہے طاغوت، خوابیدہ مسلمان
ابلیس ترے کھیل شیطان تری شان!

☆☆☆

STAFF REQUIRED

We Required a MBA/BA/FA marketing personnel for a Lahore based trading company having minimum 2 year experience of industrial marketing. Salary negotiable relevant to qualification & experience. CV's may be emailed to aamir@dmcpak.com

Decision Management Consultants (DMC)

Contact: 0321-9743985

سنتِ نبویؐ کا جامع تصور

ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

ہمارے ہاں دین کے احکام پر عمل کرنے کے حوالے سے فقہاء کرام نے ایک ترتیب قائم کی ہے۔ اس میں سب سے پہلے فرائض کا بیان ہوتا ہے، پھر واجبات کا اور اس کے بعد سنتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نوافل و مستحبات کی بھی تفصیل کتب فقہ میں ملتی ہے۔ اس تقسیم میں بڑی حکمت ہے۔ اس میں آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے، تاکہ دین پر عمل کرتے ہوئے کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ البتہ اس تقسیم سے ایک غلط فہمی پیدا ہوئی ہے جس کا ازالہ ہی اس مضمون کو تحریر کرنے کا محرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

اگرچہ فقہی اعتبار سے فرض کا درجہ احکام میں سب سے بلند ہے۔ سنت کا درجہ اس کے بعد آتا ہے۔ تاہم یہ انداز فکر بڑی غلط فہمی ہے کہ کوئی شخص اگر فرائض کا التزام کرتا ہے، واجبات بھی ادا کرتا ہے اور سنتوں کا اہتمام نہیں کرتا تو اس سے اس کے دین و ایمان پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اس غلط فہمی کے بڑے دور رس نتائج نکلے ہیں۔ ایک طرف نبی ﷺ کی کامل اطاعت اور والہانہ اتباع کا جذبہ ماند پڑ گیا اور دوسری طرف دین کے حصے بخرے ہوگئے۔ دین جو ایک وحدت کی حیثیت سے نبی ﷺ نے صحابہ کو منتقل کیا تھا وہ ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ مزید براں سنت کی پیروی سے مسلمانوں میں جو ثقافتی و تہذیبی یک رنگی پائی جاتی تھی وہ آہستہ آہستہ ختم ہوگئی، جس کا مرثیہ علامہ اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں یوں کہا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

سنت کے حوالے سے یہ غلط فہمی دور صحابہؓ میں نہیں تھی۔ وہاں رسول ﷺ کی پیروی کا زبردست اہتمام تھا۔ جو احکام نبی ﷺ کی طرف سے ملتے تھے، ان کی بجا آوری میں صحابہؓ ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ کسی حکم کی تعمیل میں مشکل پیش آتی تو فوراً نبی ﷺ سے رجوع کرتے تھے۔ صحابہ نبی ﷺ کی زندگی کا بغور مشاہدہ کرتے تھے اور آپؐ کے ہر عمل کی نقل کرتے تھے، قطع نظر اس کے کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے کہ نہیں۔ اس ضمن میں بعض صحابہؓ کے واقعات کا تذکرہ قلب و روح کو منور کرنے کے لیے انتہائی مفید ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، اتفاق سے نبی ﷺ کا گزر ایک خاص درخت کے نیچے سے ہوا، لیکن ابن عمر نے ہمیشہ کے لیے لازم کر لیا کہ جب بھی ان کا گزر اس راستے سے ہوتا تو وہ اس درخت کے نیچے سے ہو کر گزرتے تھے، حالانکہ انہیں نبی ﷺ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا اور شریعت کے لحاظ سے آپ ﷺ کے یہ اعمال واجب التعمیل بھی نہیں تھے۔ اسی طرح ایک اور صحابیؓ کا ذکر ملتا ہے جو کسی دور دراز علاقے سے آکر نبی ﷺ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو بس اسی ایک موقع پر دیکھا تھا اور اتفاق سے اس وقت نبی ﷺ کا گریبان کھلا تھا۔ آپ ﷺ کو کھلے گریبان کے ساتھ دیکھ کر ان صحابیؓ نے پھر ساری عمر اپنے گریبان کے بٹن نہیں لگائے اس لیے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو اسی حال میں دیکھا تھا، حالانکہ نبی ﷺ کی طرف سے انہیں ایسا کوئی حکم تو کجا، کسی ادنیٰ درجے میں اشارہ تک نہیں کیا گیا، اور شریعت کی رو سے یہ نہ فرض ہے نہ واجب، لیکن یہ محبت کے لوازم میں سے ہے کہ محبوب کے ہر نقش قدم کی پیروی اور ہر ادا کی نقالی اپنے اوپر لازم کر لی جائے۔ اسی طرز عمل کا نام قرآن مجید کی اصطلاح میں اتباع ہے۔

سنت کی علماء نے جو تعریف کی ہے اس کی رو سے نبی ﷺ کے اعمال وافعال، ارشادات اور آپؐ کے سامنے جو اعمال صحابہ کرامؓ نے انجام دیے اور ان پر نبی ﷺ نے کوئی روک ٹوک نہیں کی بلکہ خاموشی اختیار فرمائی، یہ سب مل کر سنت کہلاتے ہیں۔ یوں نبی ﷺ کی حیات طیبہ مجموعی طور پر سنت نبوی یا اسوۂ حسنہ قرار پائے گی۔ یہی وجہ ہے خود نبی ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ تم پر لازم ہے

میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامنا۔ کیونکہ خلفائے راشدین المہدیین کی سنت نبی ﷺ کی سنت ہی کا تتمہ ہے۔اس میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کی زندگی کے ساتھ ساتھ صحابہ کی بالخصوص خلفائے راشدین کی زندگیاں امت کے تمام افراد کے لیے واجب الاتباع ہیں۔

فقہی اعتبار سے جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے تعبدی امور اور معاشرتی وتمدنی آداب میں نبی ﷺ کی رہنمائی۔اس قسم کی سنتوں کا جب ذکر ہوتا ہے تو احادیث کا انداز بیان عموماً یہ ہوتا ہے کہ انہیں ''من سنتی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔جیسے: [النکاح من سنتی] نکاح میری سنت میں سے ہے۔جب لفظ ''سنت'' ایک دینی اصطلاح،ایک وحدت اور مجموعی اعتبار سے بولا جائے گا تو اس کا مفہوم ہوگا نبی ﷺ کا طریقہ،آپ کا طرزِ عمل اور بحیثیت مجموعی زندگی کے معمولات میں آپ کا قائم کردہ توازن۔یعنی وہ نسبت وتناسب جو نبی ﷺ نے معمولات زندگی کے مابین برقرار رکھا۔اس اعتبار سے آغاز وحی سے لے کر حیات دنیوی کے اختتام تک نبی ﷺ کی حیات طیبہ کو مجموعی طور پر سنت رسول ﷺ کہا جائے گا۔چنانچہ اسی مجموعی سنت کے بارے میں سو شہیدوں کے برابر اجر وثواب کی خوشخبری سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کی اس روایت میں ہے،جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ)) (البیھقی) ''جب میری امت میں فساد عمومی ظاہر ہو چکا ہو،اس وقت جو شخص میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رہے گا تو اس کے لیے سو شہیدوں کا اجر ہے۔'' اجزائے سنت کی اہمیت اور ان کا ثواب اپنی جگہ ہے مگر سو شہیدوں کے مساوی ثواب کی جو بشارت اس حدیث میں دی گئی ہے وہ نبی ﷺ کے پورے طریقے کو تھامنے سے متعلق ہے۔فرض فقہی اعتبار سے تو سنت سے بالا تر ہے،لیکن جب نبی ﷺ کے طریقے کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اس پہلو سے ہر سنت کا اتباع لازم ہو جاتا ہے،اس میں نوافل بھی ہیں،اس میں معمولات شب وروز بھی ہیں،جلوت وخلوت بھی ہے اور شمائل بھی ہیں۔اسی کا دوسرا نام اسوۂ حسنہ ہے،جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(الاحزاب:21) یعنی ''(اے مسلمانو!) رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔'' اس سنت یا اسوۂ حسنہ کے دو حصے ہیں:

پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کے ذاتی تعلق پر مشتمل ہے یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے ہیں۔آپ ﷺ عبدیت کاملہ کے مظہر اتم ہیں۔یہ عبدیت آپ ﷺ کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔زندگی کے ہر گوشے میں سب سے غالب عنصر عبدیت کا ہے۔آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں کھانا غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھاتا ہوں۔آپ کی پوری حیات طیبہ پر اولین اور نمایاں ترین چھاپ اسی عبدیت کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ عبدیت اس برف کے تودے (Iceberg) کے مانند ہے کہ جس کا بہت بڑا حصہ پانی میں چھپا ہوتا ہے،بس تھوڑا سا حصہ (Tip) نگاہوں کے سامنے آتا ہے۔رات کی تاریکیوں اور تنہائیوں میں ''عبداللہ'' (ﷺ) اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہوتے،وہ بات ہی کچھ اور تھی۔اس عبدیت کی وہ کیفیات بھی ہیں،جن کو آپ ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے:

اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ

میں تو اس حال میں رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔اسی طرح ایک عظیم ماثور دعا میں آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اپنی نسبت عبدیت کا اظہار یوں فرمایا ہے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ ، فِيْ قَبْضَتِكَ ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ)) (مسند احمد)

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔تیرے ناچیز غلام اور ادنیٰ کنیز کا بیٹا ہوں۔مجھ پر تیرا ہی کامل اختیار ہے اور میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔میرے بارے میں تیرا ہر حکم نافذ ہے اور تیرا ہر فیصلہ میرے معاملے میں عدل ہے۔''

سنت رسول ﷺ کا دوسرا بڑا حصہ کل کا کل ظاہر ہے،نمایاں ہے اور آنکھوں کے سامنے بالکل عیاں ہے۔یہ ہے سنت دعوت،سنت تبلیغ،سنت انذار وتبشیر،سنت شہادت علی الناس،سنت غلبۂ دین،سنت تکبیر رب،سنت اعلائے کلمۃ اللہ،سنت ہجرت اور سنت جہاد وقتال۔سنت کا یہ پہلو عظیم ترین اور متواتر ہے۔اس کو ایک نام دیا جائے تو وہ سنت رسالت ہے۔جس طرح آپ ﷺ ایک عبد کامل ہیں۔اسی طرح آپ ﷺ رسول کامل بھی ہیں۔آپ ﷺ انسانیت کی معراج ہیں تو نبوت ورسالت کی بھی معراج ہیں۔آپ ﷺ کی شخصیت میں عبدیت کاملہ اور نبوت ورسالت کاملہ کے دونوں نمونے جمع ہو گئے ہیں اور ان دونوں کے ساتھ تمسک نجات کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

آغاز وحی سے لے کر حیات دنیوی کے آخری سانس تک آپ ﷺ کی زندگی اسی سنت اور اسی طریق کے محور کے گرد گھوم رہی ہے۔اس میں دعوت،تبلیغ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دین حق کو سربلند کرنے کی سعی وجہد ہے۔اس سنت پر عمل کے دوران آپ ﷺ کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے،پتھروں کی بارش ہو رہی ہے،معاشی ومعاشرتی مقاطعہ ہو رہا ہے اور مجاہدہ وکشمکش یہاں تک کہ تصادم ہو رہا ہے اور ایک وقت آیا کہ گھر بار بھی چھوڑنا پڑا۔اسی سنت کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ نے قتال بھی کیا اور زخم بھی کھائے۔اپنے عزیز ترین جاں نثاروں کے تڑپتے اور مثلہ شدہ لاشے دیکھے۔اسی کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ نے لوگوں سے مدد بھی مانگی۔اسی کی پیروی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے تعبیر فرمایا ہے۔اس لیے کہ فریضۂ رسالت کی ادائی میں جو شخص رسول کا حامی،مددگار اور دوست وبازو بنتا ہے،اس راہ میں جانفشانی اور سرفروشی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنی جان ومال کھپاتا ہے،وہ دراصل اللہ کے رسول ﷺ کی نصرت بھی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں بھی لگا ہوا ہے۔اس وقت دین چونکہ مغلوب ہے،روئے ارضی پر کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جہاں نبی ﷺ کا لایا ہوا دین غالب ہو،ایسے میں نبی ﷺ کے اسوۂ کاملہ کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کرنا اور سنت کے جامع تصور کو پھیلانا اور اس کے اختیار کرنے پر بشارتیں سنانا انتہائی ضروری ہے۔ہماری علمائے کرام سے بھی درخواست ہے کہ وہ اجزائے سنت کے ساتھ کل سنت کا بھی ابلاغ کریں۔

سطور بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت عبدیت اور سنت رسالت کو جمع کرنے سے سنت رسول ﷺ ایک وحدت کی حیثیت سے سامنے آئے گی۔امت مسلمہ کو موجودہ پستی سے نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ سنت کے اس جامع تصور کا احیاء کیا جائے۔سنت کے تمام اجزا پر عمل کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب حاصل ہوگا۔یہ کام آسان نہیں ہے۔بقول شاعر

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

مگر اس پر جتنی بڑی خوشخبری حدیث میں سنائی گئی ہے،اس کو سامنے رکھا جائے تو پھر مشکل آسان ہو جائے گی۔

ان شاء اللہ!

سود سے متعلق قائداعظم کے فرمان پر کب عمل ہوگا؟

مولانا زاہد الراشدی

قائداعظم محمد علیؒ جناح نے 15 جولائی 1948ء کو کراچی میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر اپنے خطاب میں کہا تھا کہ ’’میں نہایت اشتیاق کے ساتھ آپ کی ریسرچ فاؤنڈیشن کے تحت موجودہ بینکنگ نظام کو اسلامی معاشی اور معاشرتی افکار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی سعی وکوشش کو دیکھنا چاہوں گا۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لئے کچھ ناقابل حل مسائل پیدا کیے ہیں اور بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ ہی اسے تباہی سے بچا سکتا ہے۔ یہ نظام انسانوں کے مابین معاشی عدل قائم کرنے اور عالمی سطح پر ہونے والی کشمکش کے تدارک میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس کے برخلاف یہی نظام ماضی میں ہونے والی دو عالمی جنگوں کا سبب بنا ہے۔ دنیائے مغرب اپنی صنعتی ترقی اور مشینی ایجادات واختراعات کے باوجود بدترین انتشار میں مبتلا ہے جو تاریخ میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد معاملہ ہے۔ مغربی معاشی نظریے اور عمل کو اختیار کرنا ہمیں اس آسودہ معاشرے تک پہنچانے کا باعث نہیں ہو سکتا جو ہماری منزل ہے ہمیں اپنی تقدیر خود اپنے ظروف واحوال کے مطابق لکھنا ہوگی اور اسلام کے معاشرتی عدل اور انصاف پر مبنی ایک معاشی نظام کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا جس کے ذریعہ ہم بحیثیت مسلمان اپنا فرض ادا کر سکیں اور انسانیت کے سامنے پیغام امن پیش کر سکیں جو اس کی فلاح و بہبود، انبساط اور ترقی کا ضامن ہوگا۔‘‘ مگر بانیٔ پاکستان کی اس واضح ہدایت کے باوجود ملک کا معاشی نظام ابھی تک مغرب کے معاشی نظریات اور اصول وضوابط کے مطابق چل رہا ہے اور اس میں اصلاح کی کوئی کوشش کامیاب ہوتی دکھائی نہیں دے رہی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم قومی معیشت میں سودی نظام اور مغرب کے معاشی اصولوں کے تمام تر تلخ نتائج، نحوستوں اور تباہ کاریوں کو دیکھتے بلکہ بھگتتے ہوئے بھی میر تقی میر مرحوم کے اس شعر کا مصداق بنے ہوئے ہیں کہ:

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

جس معاشی نظام نے ہماری قومی معیشت کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے اور جو ہمارے ایمان وعقیدے سے متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ قومی مفادات کے بھی منافی ہے، بدستور ہم پر مسلط ہے اور رولنگ کلاس قوم کو اس دلدل سے نجات دلانے کے لیے کوئی راستہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ پاکستان میں نافذ ہونے والے ہر دستور میں اس کا وعدہ کیا گیا کہ قوم کو سودی نظام سے جلد از جلد نجات دلائی جائے گی۔ حتیٰ کہ 1973ء کے دستور کے آرٹیکل 380 کی ذیلی دفعہ F میں کہا گیا ہے کہ ’’حکومت جس قدر جلد ممکن ہو سکے ربا کو ختم کرے گی۔ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے دستوری طور پر قائم ہونے والے ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل نے 3 دسمبر 1969ء کو قرار دیا تھا کہ ’’موجودہ بینکاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان قرضوں اور کاروباری لین دین میں اصل رقم پر جو اضافہ یا بڑھوتری کی جاتی ہے وہ ربا کی تعریف میں آتی ہے۔ سیونگ سرٹیفکیٹ میں جو اضافہ دیا جاتا ہے وہ بھی سود میں شامل ہے، پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی میں جو سود دیا جاتا ہے وہ بھی ربا میں شامل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیے گئے قرضوں پر اضافہ بھی سود ہی کی ایک قسم ہے لہٰذا یہ تمام صورتیں حرام اور ممنوع ہیں۔‘‘ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس کے بعد سودی نظام کے خاتمے اور متبادل معاشی نظام کے حوالے سے ایک جامع رپورٹ 25 جون 1980ء کو حکومت کے سامنے پیش کی، جس میں کہا گیا تھا کہ ان تجاویز پر عمل کی صورت میں دو سال کے اندر پاکستان کی معیشت کو سود سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے 1990ء میں اس سلسلے میں ایک واضح فیصلہ صادر کیا جس میں تمام مروجہ سودی قوانین کا جائزہ لے کر وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی کہ وہ 30 جون 1992ء تک ان قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق تبدیل کر لیں ورنہ یہ سب قوانین یکم جولائی 1992ء تک خود بخود کالعدم ہو جائیں گے۔ وفاقی شرعی عدالت کے اس تاریخی فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت میں سات سال کی مسلسل تاخیر کے بعد 1999ء میں اس کے لیے بنچ تشکیل دیا گیا اور سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں کہا کہ حکومت جون 2001ء تک وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عمل مکمل کر کے ملک کو سود سے پاک کر دے۔ مگر یہ فیصلہ بھی اب اپیل در اپیل کے مراحل میں ہے اور حکومت نے اس پر عمل کرنے کی بجائے تاخیری حربوں کا سہارا لے رکھا ہے۔

اس پس منظر میں ’’ملی مجلس شرعی‘‘ کی تحریک پر گزشتہ دو تین ماہ کے دوران مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ راہنماؤں کے درمیان مرکز جماعت الدعوۃ، دفتر جماعت اسلامی، دفتر تنظیم اسلامی اور مسجد خضرا، لاہور میں باہمی مشاورت کی متعدد نشستیں ہوئی ہیں جن میں یہ طے پایا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت میں زیر سماعت اپیل کے حوالے سے ’’ملی مجلس شرعی پاکستان‘‘ جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کے تعاون سے عملی وفکری جدوجہد جاری رکھے گی جبکہ ملک کے دینی حلقوں میں اس مقصد کے لئے باہمی ربط وتعاون کے فروغ اور عوام میں بیداری و آگہی پیدا کرنے کی غرض سے ایک مستقل فورم ’’تحریک انسداد سود پاکستان‘‘ کے نام سے قائم کیا گیا ہے اور اس کی رابطہ کمیٹی کے کنوینر کی ذمہ داری راقم الحروف کو سونپی گئی ہے۔ رابطہ کمیٹی میں مولانا عبد المالک خان، مولانا عبد الرؤف فاروقی، مولانا امیر حمزہ، علامہ خلیل الرحمٰن قادری، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر محمد امین، مولانا عبد الراؤف ملک، سردار محمد خان لغاری، قاری محمد یعقوب شیخ، مولانا حافظ عبد الغفار روپڑی، جناب حافظ عاکف سعید، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، میاں محمد اویس، مولانا حافظ محمد نعمان، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، اور سید جواد حسین نقوی کے علاوہ ممتاز دانشور جناب اوریا مقبول جان بھی شامل ہیں۔ جبکہ جن حضرات نے خطوط اور زبانی پیغامات کے ذریعے تائید وحمایت کی ہے ان میں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی،

مولانا محمد اویس نورانی، مولانا قاری زوار بہادر، ڈاکٹر زاہد اشرف، مولانا عبدالقیوم حقانی اور مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اس مہم کے آغاز کے طور پر 21 فروری کو 'یوم انسداد سود' کے طور پر منایا گیا۔ ملک بھر میں تمام مکاتب فکر اور طبقات کے علماء کرام، ارباب دانش، راہ نماؤں اور کارکنوں سے گزارش ہے کہ اس کار خیر میں ہمارے ساتھ شریک ہو کر ملکی نظام معیشت کو سود کی لعنت سے نجات دلانے میں کردار ادا کریں۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اور خطباء جمعۃ المبارک کے خطبات میں سودی نظام کی نحوست و حرمت کے ساتھ ساتھ مقتدر طبقات کے تاخیری حربوں کا ذکر کریں اور حکومت سے مطالبہ کریں کہ وہ ملک کو سودی نظام کی لعنت سے نجات دلا کر بابرکت اسلامی معاشی نظام کے نفاذ کی راہ ہموار کرے۔

☆☆☆

دُعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ گوجرانوالہ کے رفیق تنظیم سمیر اقبال بٹ کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔
- مقامی تنظیم بنوری ٹاؤن کراچی ناظم بیت المال اشفاق چودھری کے والد کا انتقال ہو گیا۔
- حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم لانڈھی کے رفیق ضیاء القدوس کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔
- نارتھ ناظم آباد تنظیم کے رفیق خالد امان اللہ خان رحلت فرما گئے۔
- تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کے کمپوزر محمد مشتاق کی خالہ رحلت فرما گئیں۔
- تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کے نائب ناظم فرقان دانش کے بھانجے کا انتقال ہو گیا۔
- تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد رفیق مراد علی (خلافت نرسری والے) کے والد وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم سی ایس (پنجاب یونیورسٹی) قد "6.'5 کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0312-4863647

☆ اسلام آباد میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، قد "6.'5، تعلیم ایم اے اسلامیات، ایم ایڈ (جاری)، گورنمنٹ سکول ٹیچر، خوبصورت، خوب سیرت کے لیے دینی مزاج کا حامل موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-5100164

☆ جہلم میں رہائش پذیر بیٹا، عمر 29 سال، قد "11.'5، تعلیم بی بی اے آنرز، برسر روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ بچی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-9570231

☆ جہلم میں رہائش پذیر بیٹی، عمر 25 سال، قد "5.'5، تعلیم ایم بی اے کے لیے دینی مزاج کا حامل، برسر روزگار، ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-9570231

☆ بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس سی صحافت، قد "3.'5، صوم وصلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے نیک اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4265848

☆ ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے سوشل ورک، قد "6.'5، امور خانہ داری میں ماہر کے لئے نیک اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-8401421

☆ واہ کینٹ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم BE کمپیوٹر سائنس دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-5368927

☆ رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹی عمر 30 سال، تعلیم ایم ایڈ، ایم اے اسلامیات، رفیقہ تنظیم اسلامی (دورۂ ترجمہ قرآن بھی کیا ہے) کے لیے دینی مزاج کا حامل ہم پلہ رشتہ درکار ہے، ذات پات کی قید نہیں ہے۔ برائے رابطہ: 0300-55187030

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی،

عقب ایڈ مور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول

پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور میں

11 تا 13 اپریل 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لئے)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-9710310/0333-9244709/091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638.
0332-4178275

ملکی و بین الاقوامی منظر

مرتب: فرقان دانش

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانِ گرامی: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: تھر میں قحط کی وجہ سے درجنوں بچے ہلاک اور ہزاروں ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ یہ حکمرانوں کی بدانتظامی ہے یا بے حسی؟

ایوب بیگ مرزا: تھر پارکر میں انسانیت کی بدترین تذلیل ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اناج کا قحط نہیں بلکہ یہ سوچ وفکر، عدل وانصاف اور شرم وحیا کا قحط ہے۔ یہ زندہ ضمیری کا قحط ہے۔ یہ قحط پاکستان پیپلز پارٹی کی صوبائی حکومت کے ضمیر کی موت ہے۔ اس طرح کا قحط تو پرانے زمانے میں ہوا کرتا تھا جب ذرائع مواصلات اتنے ترقی یافتہ اور اطلاعات اور رابطوں کا عصری کا نظام نہ ہوتا تھا۔ اُس وقت سواری کے لیے خچر، گھوڑے اور گدھے وغیرہ استعمال ہوتے تھے اور ایک علاقے کی خبر دوسرے علاقے تک پہنچنے میں مہینوں لگتے تھے۔ آج یہ معاملہ ہے کہ اگر یہ محسوس ہو کہ ایک علاقے میں اناج کی کمی ہے تو راتوں رات گھنٹوں میں ہزاروں میل کے سفر طے ہو جاتے ہیں۔ یہ کتنی بے حسی ہے کہ سندھ میں گندم گوداموں میں پڑی خراب ہوتی رہی اور تھر میں لوگ بھوکے مرتے رہے۔ اصل میں ہمارے حکمرانوں کی ترجیح عوام کی بھلائی ہے ہی نہیں، اُن کی ترجیح لوٹ مار، ذاتی آسائش، اقربا پروری اور رشوت خوری ہے۔ وہ عوام کے لیے کوئی کام کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

سوال: ایسا دکھائی دیتا ہے کہ حکمرانوں کا طرزِ عمل شروع سے ہی ایسا ہے، کیونکہ پچھلے 67 سالوں میں تھر پارکر کے مکینوں کو کئی بار اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: جی ہاں، حکمرانوں کا یہ طرزِ عمل ابتدا ہی سے چلا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تھر پارکر میں اب تک 13 بار قحط آ چکا ہے، لیکن اس کے سدباب کے لیے کبھی کوئی تدابیر نہیں کی گئیں۔ البتہ ماضی میں یہ ہوتا رہا ہے کہ جب بھی اس علاقے میں قحط ہوا تو فوری طور پر دوسرے علاقوں سے خوراک وہاں منتقل کر دی گئی۔ اس سے لوگوں پر قحط کے وہ اثرات مرتب نہ ہوئے جو ہونے چاہئیں۔ یہ قحط حکمرانوں کی بدانتظامی اور بے حسی کا مظہر ہے۔ اس سے واضح ہو گیا ہے کہ عوام اُن کی ترجیح میں شامل نہیں ہیں۔ اس وقت سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو نے بڑے زوردار انداز میں یہ نعرہ لگایا تھا کہ لوگوں کو روٹی، کپڑا، مکان دیا جائے گا، لیکن عملاً پیپلز پارٹی جس راستے پر چل رہی ہے اس پر اسے اپنا یہ نعرہ اس جملے میں تبدیل کر لینا چاہیے کہ ”ہم لوگوں کو بھوک، ننگ اور موت کے حوالے کر دیں گے“۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تھر کے ہسپتالوں میں نہ دوا ہے اور نہ ڈاکٹر۔ اگر کہیں سے کوئی دوا آ بھی جاتی ہے تو اُسے نگلنے کے لیے پانی نہیں ہے۔ لب سوکھے ہوئے ہیں، اور حلق خشک ہیں۔ دوسری جانب سنگدلی کا یہ عالم ہے کہ جب وزیر اعلیٰ سندھ وہاں گئے تو بھوکے پیاسے لوگوں کے درمیان جو تڑپ تڑپ کر جان دے رہے تھے ایک شاندار کیمپ لگایا گیا اور وزیر اعلیٰ کے لیے اعلیٰ معیار کے بوفے کا انتظام کیا گیا۔ جب دل اس قدر سخت اور فطرت اس قدر مسخ ہو جائے تو پھر معاشروں کا یہی حال ہوتا ہے۔ ہمارا تعلق تو اس امت سے ہے کہ خلیفۃ المسلمین غلے کی بوری خود اپنے کندھوں پر اُٹھا کر ضرورت مند کے پاس لے جاتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو اس بارے میں عمرؓ سے پوچھ ہوگی۔ مگر ہم ان عظیم المرتبت ہستیوں کے ناخلف جانشین ہیں۔ عوام میں بھوک اور موت بانٹتے ہیں اور اپنے لیے لذت کام و دہن کے سارے اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سندھی حکمرانوں کے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ بلاول بھٹو زرداری نے سندھ فیسٹیول پر پانچ ارب روپیہ خرچ کر دیا، لیکن ان غریب بھوکے بچوں کو دودھ فراہم نہیں کیا گیا۔

سوال: حکومت سندھ کا موقف ہے کہ بچوں کی ہلاکت بھوک سے نہیں، سردی سے ہوئی ہے۔ آپ کے خیال میں کیا یہ موقف درست ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر یہ بات درست ہے تب بھی حکومت قصور وار ہے، کیونکہ عوام کی جان کی حفاظت کرنا حکومت کا فرض ہے۔ جن دنوں میں یہ واقعات ہوئے ان میں اگر سردی اتنی شدت کی تھی تو ایسا اہتمام کیوں نہ کیا گیا کہ لوگ سردی سے ٹھٹھر کر نہ مریں۔ اصل میں ہماری سیاست اب الفاظ کے گرد گھومتی ہے۔ اشتہارات کے ذریعے خدمت کے دعوے کر کے عوام کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ پیپلز پارٹی اس معاملے میں اکیلی نہیں ہے بلکہ ہمارے ہر سیاستدان کی یہ ذہنیت بن گئی ہے کہ وہ عوام کو صرف ووٹ ڈالنے کی ایک مشین سمجھتا ہے، جس کا کام الیکشن کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اس مشین کو تیل دینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حالات بہت ہی دگرگوں ہیں۔ آپ دیکھیں، اس وقت یورپ اور امریکہ میں عیسائیوں کی حکومتیں ہیں، لیکن انہوں نے ہمارے اسلاف کا طرزِ عمل اپنا کر سوشل سیکورٹی سسٹم قائم کر رکھا ہے۔ وہاں روٹی، کپڑا، مکان اور دوا میں سے اکثر چیزیں عوام کو مفت دی جاتی ہیں۔ وہاں بہت سی جگہوں پر ٹرانسپورٹیشن بھی فری ہے۔ ہم اپنے اسلاف کی عظیم الشان روایات کو ترک کر کے سہولیات دینے کی بجائے، لوگوں کو موت کے حوالے کر رہے ہیں۔

سوال: ہمارے ازلی دشمن بھارت نے پاکستان کی کرکٹ ٹیم کی جیت کی خوشی منانے والے یونیورسٹی کے طلبہ کے ساتھ جو سلوک کیا، اس پر آپ کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ اُن لوگوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو یہاں ”امن کی آشا“ کے راگ الاپتے اور بھارت کو موسٹ فرینڈلی نیشن قرار دینے کے لئے بے تاب ہیں۔ ہم واہگہ بارڈر پر مارکیٹیں بنا رہے ہیں، تاکہ انڈیا سے برآمدات اور باہمی تجارت میں آسانی ہو۔ علاوہ ازیں ہم انڈیا کی اندھی دوستی میں بعض غیر دانشمندانہ اقدامات کر کے اپنی سیکورٹی بھی خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ اس کی نمایاں مثال افغانستان اور بھارت کے درمیان تجارت کی اجازت دینے کا معاملہ ہے۔ اگر یہ دونوں ممالک ہمارے راستے سے اسلحہ کا لین دین کریں گے تو یہ اسلحہ راستے میں غائب ہو کر ملک میں تباہی لا سکتا ہے۔ اگر کراچی سے پشاور جاتے ہوئے کنٹینرز غائب ہو جاتے ہیں تو افغانستان سے بھارت یا بھارت سے افغانستان جاتے ہوئے کنٹینرز کیوں غائب نہیں ہوں گے۔ یہ صورت حال پاکستان مخالف گروپوں کو تقویت دے سکتی ہے۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بھارت کی تمام تر سازشوں اور ناروا اقدامات کے

باوجود ہم اُس کے آگے بچھے جا رہے ہیں۔ چند سالوں سے ہمارے حکمرانوں کا رویہ ایسا ہے جیسے ہم بھارت کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں اور حقائق و واقعات نے بھی یہی ثابت کیا ہے کہ بھارت ہمارا ازلی اور ابدی دشمن ہے، لیکن اس کے باوجود ہمارا اُن سے رویہ والہانہ محبت کا ہے۔ دوسری جانب بھارت ہمارے خلاف پروپیگنڈا کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ وہ آئے روز یہ ڈھنڈورا پیٹتا ہے کہ کارگل واقعہ نے پاکستان اور بھارت کے تعلقات خراب کر دیے۔ کبھی کہتا ہے کہ بمبئی کے واقعات کی وجہ سے ہماری پاکستان سے دوستی ممکن نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کارگل اور بمبئی کے واقعات سے بہت پہلے سیاچن کا واقعہ ہوا تھا۔ 1984ء میں جب ضیاء الحق برسر اقتدار تھے، بھارت نے سیاچن پر ناجائز قبضہ کر لیا۔ اسی طرح انڈیا نے کشمیر میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں، جدید تاریخ میں اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ فلسطین سے کہیں بڑھ کر یہاں مظالم ہوئے ہیں۔ کشمیر میں گزشتہ بیس پچیس سال میں ایک لاکھ کشمیریوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ لاکھوں افراد لاپتہ ہیں۔ بےشمار عورتوں کی بے حرمتی ہوئی ہے۔ بھارتی فوجی کشمیریوں کے گھروں میں یوں داخل ہو جاتے ہیں جیسے اپنے باپ کے گھر میں داخل ہو رہے ہوں۔ انڈین یہ سب کچھ پاکستان کی دشمنی میں کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ریاست پاکستان اور تقسیم ہند کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ تقسیم ختم کر دی جائے۔ اسی لیے وہ کہتے رہتے ہیں کہ یہ سرحدی لکیریں مصنوعی ہیں، انھیں ختم ہو جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھارتی آبی جارحیت کے مرتکب ہو کر رہے ہیں۔ وہ سندھ طاس معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر کے ہمارے دریاؤں پر ڈیم بنا کر ہمارا پانی روک رہے ہیں۔ لیکن عجیب ستم ظریفی ہے کہ اس پر ہماری طرف سے بے حسی کا مظاہرہ ہو رہا ہے اور کوئی ردِّعمل تک سامنے نہیں آتا۔ یہ طرزِ عمل ایک عام پاکستانی کے لیے ناقابلِ فہم ہے۔ آخر ہم میں کیا کمی ہے کہ ہم دشمن کے آگے بچھے جاتے ہیں۔ بظاہر یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے، تاکہ ہم فوج کی اہمیت کو کم کر کے سویلین حکومتوں کو مضبوط کر سکیں، اور فوج کو اقتدار پر شب خون مارنے کی جرأت نہ ہو۔ ہم بھی فوجی حکومت کے خلاف ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی فوج کو دبانے کے لیے دوسروں کے ساتھ ناروا تعاون کیا جائے اور ہم ان کے آگے بچھ جائیں۔ آپ نے کرکٹ کی بات کی ہے۔ انڈیا نے بگ تھری کے حوالے سے کھیل میں بھی ہمیں تنہا کیا ہے۔ پھر اس کے کھلاڑی ہمارے ملک میں کھیلنے نہیں آتے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہم تنہا ہو جائیں اور انڈیا کی طرح دوسرے ممالک بھی ہمیں نہ پوچھیں۔ الغرض ہندوستان ہر سطح پر جارحیت کا ارتکاب کر کے ہم سے اپنی ازلی دشمنی نبھا رہا ہے۔ آپ اندازہ کریں، جس دن قائداعظم کی وفات ہوئی اسی دن اُس نے ہم سے حیدر آباد دکن چھین لیا۔ کشمیر کا معاملہ اس سے بھی پہلے کا ہے۔ بھارتیوں کو پاکستان کا تصور بھی بُرا لگتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے سامنے پاکستان سے محبت کے جذبات برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کشمیری چونکہ ہندوستان کے شہری ہیں، لہٰذا انہی کے گن گائیں۔ انہوں نے محض اس بات پر 67 کے قریب کشمیری طلبہ کو یونیورسٹی سے نکال پر بہت گھٹیا حرکت کی ہے کہ یہ طالب علم پاکستان کی جیت پر خوشی منا رہے تھے۔ ایک طالب علم کو تو ذبح تک کر دیا گیا ہے۔ یہ وحشیانہ حرکت، درندگی اور سفاکیت کی انتہا ہے۔ مگر اس پر پاکستانی میڈیا (جس پر سیکولر طبقہ چھایا ہوا ہے) اور عالمی میڈیا بالکل خاموش ہے۔ اس ظلم و ناانصافی کو میڈیا نے بالکل نہیں اُچھالا۔ بالفرض اس طرح کی حرکت پاکستان میں ہوئی ہوتی تو اس پر طوفان اُٹھ جاتا۔ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے حکمرانوں کو سمجھنا چاہیے کہ ہمارے دوست کون ہیں اور دشمن کون؟ ہم نہیں کہتے کہ ہم انڈیا کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیں، لیکن دشمن کو کم از کم ذہنی طور پر تو دشمن سمجھیں۔ ہمیں اُس دشمنی کا احساس تو ہونا چاہیے جو ہماری جیت پر خوشی کا اظہار کرنے پر ایک شخص کی جان لے لیتی ہے اور کئی طلبہ کا مستقبل تاریک کر دیا جاتا ہے۔ ان مظلوم طلبہ کو گاڑیوں میں جانوروں کی طرح ٹھونسا گیا اور تین دن تک انہیں کھانا نہیں دیا گیا۔ ان کا جرم کیا تھا؟ کیا انہوں نے کسی کی جیب کاٹی تھی؟ یا کسی کو قتل کیا تھا؟ اصل بات جیسا کہ میں نے شروع میں کہا، یہ ہے کہ بھارت نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ گاندھی نے کہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا؟ اسی وجہ سے انڈیا کے بیشتر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان ہمارے جسد کو تقسیم کر کے بنایا گیا ہے۔ اس لیے اس کا وجود ہمیں گوارا نہیں۔

سوال: جماعتِ اسلامی کے رہنما ملا عبدالقادر کو پھانسی کی سزا دینے پر بنگلہ دیشی حکومت کا پاکستان کے حوالے سے جو طرزِ عمل سامنے آیا، ایشیا کپ کے انعقاد پر بنگلہ عوام کے جذبات سے اُس کی تائید نہیں ہوتی۔ آپ کے خیال میں کیا پاکستان کے حوالے سے بنگلہ دیش کی حکومت اور عوام ایک page پر ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: بنگلہ دیش کی حکومت نے جب ملا عبدالقادر کو پھانسی دی تو اس وقت ہماری اسمبلی کی قرارداد پر بنگلہ دیشی حکومت نے پاکستان کے خلاف بڑی غلیظ زبان استعمال کی۔ وہاں جو ہمارے خلاف مظاہرے ہوئے، اُن سے بھی واضح طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ یہ عوامی مظاہرے گورنمنٹ سپانسرڈ تھے۔ کرکٹ کے حالیہ میچوں میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ کسی طور پر بھی بنگلہ دیش کی حکومت اور عوام ایک page پر نہیں ہیں۔ ان دونوں میں شدید اختلاف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ 75% عوام پاکستان کے ساتھ تھے۔ صرف حکومت سے تعلق رکھنے والے، مراعات یافتہ زیادہ سے زیادہ 25% لوگ (یا اس سے بھی کم) لوگ ہوں گے جو پاکستان کے بارے میں مخالفانہ جذبات رکھتے ہیں۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے میچ کے دوران بنگلہ دیش کی سارے عوام کی ہمدردیاں اپنی ٹیم کے ساتھ ہونا فطری تھا۔ لیکن پاکستان نے بھارت اور افغانستان سے جو میچ جیتے، ان میں بنگالی بھائیوں نے پاکستان کی جیت پر خوشی کا اظہار کیا۔ یہی نہیں، وہ میچ کے دوران بھی پاکستان کو سپورٹ کرتے اور اُس کے حق میں نعرے لگاتے رہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہیں کہ بنگلہ دیشی عوام پاکستان مخالف جذبات نہیں رکھتے۔

سوال: یوکرائن بحران نے دونوں سپر پاور کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ کیا اس مسئلے پر آپ بڑی طاقتوں کے درمیان کسی تصادم کا خطرہ محسوس کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ایٹمی قوتوں کے درمیان جنگ کے بہت کم امکانات ہوتے ہیں۔ جن ممالک کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں آج تک ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی۔ افغانستان کے پاس اگر کوئی ایٹمی ہتھیار ہوتے تو کیا امریکہ اس پر حملہ کر سکتا تھا؟ اسی طرح اگر جاپان کے پاس ایٹمی ہتھیار ہوتے تو امریکہ وہاں پر ایٹم بم پھینکنے کی جرأت کبھی نہ کرتا۔ لہٰذا یوکرائن ایشو پر روس اور امریکا کے درمیان جنگ کے امکانات بہت کم ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ جنگ ہو گئی تو دنیا میں قیامت برپا ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں خصوصاً پاکستانیوں کے حوالے سے یہ خوشخبری ہے کہ سابقہ سوویت یونین (روس) ایک مرتبہ پھر سپر پاور بن کر اُبھر رہا ہے۔ لہٰذا امریکہ کے لیے اب من مانیاں کرنا ممکن نہیں رہا، جس طرح تقریباً دو دہائیوں سے وہ کرتا آیا ہے۔ میں پیوٹن کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ تاریخ نے بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں کہ کسی قوم یا کسی ملک پر اس طرح کا زوال آیا ہو اور کسی شخص نے زوال کے فوری بعد برسر اقتدار آ کر محض 20 سالوں میں قوم کے مورال کو بلند کر کے اُس کی کھوئی ہوئی حیثیت واپس دلائی

ہو۔ یہ اعزاز پیوٹن کو حاصل ہے۔ آپ کو معلوم ہے جب سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہوا ہے تو اس کی معاشی حالت بالکل دگرگوں تھی۔ وہ امریکا اور یورپ کا بھکاری بن گیا تھا۔ ٹھیک ہے، روس اب بھی مقروض ہے، لیکن دوسری طرف امریکا بھی دنیا میں سب سے زیادہ مقروض ملک ہے۔ اگرچہ امریکہ کے پاس وسائل کی بہتات ہے، مگر اب روس نے بھی اپنے لیے وسائل پیدا کر لیے ہیں اور اپنے زرمبادلہ کے ذخائر میں بے حد اضافہ کیا ہے۔ واقعتاً روس نے زوال سے ترقی کا زینہ بہت تیزی سے طے کیا ہے۔ سوویت یونین کا مسئلہ یہ تھا کہ دوسری پندرہ ریاستوں میں سے اکثر روس کا خون چوس رہی تھیں۔ روس نے الگ ہو کر توانائی حاصل کی اور دوبارہ اُبھرا ہے۔ جب قوت آتی ہے تو ہر قوت والا باہر کی طرف دیکھتا ہے۔ یوکرائن میں ایک ماہ سے امریکا نواز حکومت تھی۔ جس کے قیام کے لیے امریکہ نے وہاں اینٹی گورنمنٹ تحریک کو سپانسر کیا۔ امریکی سفیر کی فون کال پکڑی گئی، جس میں وہ بعض عناصر کو بھڑکا رہے تھے کہ وہ اس تحریک کو تیز کریں۔ جس آدمی سے فون پر بات ہو رہی تھی وہ اب وزیراعظم ہے۔ لہٰذا امریکہ کی طرف سے بننے والی نئی حکومت کے خلاف روس نے اقدام کیا۔ دراصل پیوٹن نے وہاں پر امریکا نواز حکومت بننے کے فوری بعد اپنی پارلیمنٹ سے رجوع کیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ مجھے یوکرائن پر حملہ کی اجازت دی جائے۔ اجازت ملنے پر اس نے یوکرائن پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں انہوں نے ملحقہ سرحدی علاقوں پر جہاں زیادہ روسی آبادی ہے باقاعدہ قبضہ کر لیا۔ اوباما نے دھمکی دی ہے کہ ہم جوابی کارروائی کریں گے۔ جہاں تک یوکرائن کی اہمیت کا تعلق ہے یہ بحراسود اور یورپ کی سائیڈ لائن پر واقع ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 4 کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ یورپ یوکرائن سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی بحران تو یوکرائن میں آیا ہے لیکن سب سے زیادہ بحران کی صورتحال یورپ میں محسوس کی جا رہی ہے۔ 1968ء میں بھی یہ دونوں سپر پاورز سامنے آئی تھیں، لیکن پھر انہوں نے حالات کو سنبھال لیا۔ امید یہی کی جا سکتی ہے کہ اب بھی بات چیت سے حالات کو سنبھال لیا جائے گا اور جنگ کی نوبت نہیں آئے گی۔ لیکن ترکی نے امریکہ کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنا بحری بیڑا ترکی سے گزار لے جو بحیرۂ اسود میں جانے کے لیے امریکہ کا واحد راستہ ہے۔ اور پینٹاگون نے بھی اعلان کر دیا ہے کہ ہمارا بحری بیڑا داخل ہو چکا ہے اور ہم اپنا فضائی بیڑا عنقریب وہاں بھیج رہے ہیں۔ گویا جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ لیکن ایٹمی ممالک ہونے کی وجہ سے کوئی نہ کوئی راستہ ان دونوں کو نکالنا پڑے گا، ورنہ دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔ روس کے لیے تو موجودہ صورتحال سے پیچھے ہٹنا بہت مشکل ہے، اس لیے کہ بحراسود میں اُسی کی بہت زیادہ فوجی تنصیبات ہیں۔ اگر روس وہاں سے پیچھے ہٹتا ہے تو اُسے عالمی سطح پر اپنی سپرمیسی کو برقرار رکھنے میں دشواری پیش آ سکتی ہے۔ بہرحال جنگ سے بچنے کے لیے دونوں کو سمجھوتا کرنا پڑے گا اور امریکہ کو نسبتاً زیادہ پسپائی اختیار کرنا پڑے گی۔

سوال: پچھلے دنوں سعودی جانشین کے دورۂ پاکستان کے دوران جو مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا، اس میں کہا گیا ہم دونوں ممالک شام میں بشارالاسد حکومت کو تسلیم نہیں کرتے۔ سعودی راہنما کی واپسی کے بعد وزارت خارجہ کے ترجمان نے اس مؤقف کی تردید کر دی۔ یہ بتائیے کہ شام کے حوالے سے اس وقت ہماری حکومت کا موقف کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: مصنوعی ریسلنگ میں ایک آدمی کو دو آدمی مار رہے ہوتے ہیں۔ وہ ایک طرف سے مار کھاتا ہے تو دوسری طرف منہ کر لیتا ہے۔ اس وقت ہمارا بھی یہی حال ہے۔ ہمیں اگر ایک طرف سے گھونسا پڑے تو اپنا منہ دوسری طرف کر لیتے ہیں۔ اگر دوسری طرف سے پڑے گا تو کہتے ہیں آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔ دراصل ہماری اپنی کوئی پالیسی نہیں ہے۔ ہمیں جس طرف دھکیل دیا جائے، ہم ادھر ہی لڑھک جاتے ہیں۔ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا مگر پھر حکومت اس سے مکر گئی۔ شنید یہ ہے کہ پاکستان کو یہ کہا گیا تھا کہ وہ اپنے غیر ریاستی عناصر اور اپنا اسلحہ شام بھیجے مگر روس کی طرف سے بہت سخت دھمکی کی وجہ سے پاکستان اپنا Stance تبدیل کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ چنانچہ اب پاکستان نے کہا ہے کہ ہم شام میں بشارالاسد کی حکومت کی تبدیلی نہیں چاہتے اور نہ ہم وہاں کے معاملات میں دخل دیں گے۔ یہ ہماری حکومت کا تازہ ترین بیان ہے جبکہ اس سے پہلے مشترکہ اعلامیہ میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ ''بشارالاسد کو حکومت چھوڑنی پڑے گی اور اس کے بعد نئی حکومت ایسی بنائی جائے جو شام کی ساری آبادی کو قابل قبول ہو۔''

سوال: خلیجی ممالک کے درمیان محاذ آرائی کی وجہ سے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور بحرین نے قطر سے اپنے سفیر واپس بلا لیے ہیں۔ یہ سب خلیجی ممالک پاکستان کے ساتھ مالی تعاون کرتے ہیں۔ ہاتھیوں کی اس جنگ میں ہم کہیں کچلے تو نہیں جائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: ہم ہر اس ملک سے مانگتے ہیں جس کے پاس کھانے کو کچھ ہوتا ہے، جس کے پاس ڈالر یا دینار ہوں۔ ہمارا کام صرف مانگنا رہ گیا ہے۔ ہمیں اپنے آقاؤں کی جنگ میں کسی ایک طرف تو جھکنا ہی ہوگا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور بحرین نے قطر سے اپنے سفیر واپس بلا لیے، لیکن قطر نے ان ممالک سے اپنے سفیروں کو نہیں بلایا بلکہ اس کے جواب میں لندن میں اپنے ایک سٹور ''ہیرڈز'' میں ان ممالک کے شہریوں کا داخلہ بند کر دیا ہے۔ پوچھنے والے پوچھتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اس سے بہت فرق پڑے گا۔ اس لیے کہ ان شہریوں کا مقصد یورپ کے ممالک میں شاپنگ کرنا ہوتا ہے۔ اگر ان کا بہترین سٹور میں داخلہ بند کر دیا جائے تو یہ لوگ اپنی زندگی کے بہترین مقصد سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور یہ بات قطر خوب سمجھتا ہے۔ اب وہ تلملا رہے ہیں کہ اگر وہ وہاں نہیں جائیں گے تو زندگی سے لطف اندوز کیسے ہوں گے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان باہمی انتشار، آپس کی دشمنی اور جنگ وجدل کا شکار ہیں اور دنیاوی عیش و عشرت کے حصول کے لیے مرے جا رہے ہیں۔ کاش! ہم اپنی تاریخ کی طرف دیکھیں۔ خلفائے راشدینؓ کی مثال تو بہت اونچی ہے، ان کے بعد بھی ہمارے جو حکمران آئے ان کا طرزِ عمل بھی مثالی تھا۔ صرف یہ فرق واقع ہو گیا تھا کہ ان میں سادگی نہیں رہی تھی۔ ورنہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے لاتعلق ہو گئے تھے، بلکہ وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے تھے، مسلمانوں کا خیال بھی رکھتے تھے اور لوگوں کو چیک کرتے تھے کہ وہ شریعت پر چلتے ہیں یا نہیں۔ ان کے قاضی عدل و انصاف کرتے تھے۔ ان چیزوں کی وجہ سے ہر جگہ مسلمانوں کی عزت تھی۔ آج یہ چیزیں مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 57 اسلامی ممالک میں بطور نظام اسلام نام کی کوئی شے نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اسلام سے دور ہو رہے ہیں۔ گویا اللہ نے ہمیں رد کر دیا ہے۔ یاد رکھیے، جب تک مسلم معاشروں میں اسلامی نظام اور سادہ طرزِ زندگی واپس نہیں آتا، اس وقت تک ہماری عزت و آبرو اور عظمت رفتہ لوٹ کر نہیں آئے گی، اور ہم یونہی ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے۔

ضرورت سٹاف

شیخوپورہ روڈ پر واقع ٹرانسفارمر فیکٹری کے لیے ایک ہونہار اور ایماندار مارکیٹنگ آفیسر کی ضرورت ہے، جو لاہور میں اپنی رہائش رکھتا ہو۔ تعلیمی قابلیت BA یا B.Com فریش۔ معقول تنخواہ اور مراعات دی جائیں گی۔ برائے رابطہ: 0333-4482381

بقیہ: منبر و محراب

﴿ هُوَ اللّٰهُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ﴾

''وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق ایجاد و اختراع کرنے والا صورتیں بنانے والا۔ اس کے سب سے اچھے نام ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو وجود کے تمام مراحل طے کراتا ہے۔ وہی ہر چیز کا خاکہ تیار کرتا ہے۔ وہی پھر اس کو وجود بخشتا ہے۔ پھر وہی اس کی صورت گری کرتا، اور نوک پلک سنوارتا ہے۔ وہ ان مراحل میں کبھی کسی سے مدد کا طالب نہیں ہوتا کہ اسے کسی کی مدد کی احتیاج نہیں۔ ''باری'' میں کسی شے کو عدم سے وجود میں لانے کا مفہوم ہے جبکہ ''خلق'' کسی ایک شے سے دوسری شے پیدا کرنے کے مفہوم میں ہے۔ اس کے علاوہ بھی تمام اچھی صفات اسی کی ہیں۔

﴿ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ ﴾ (الحشر: 24)

''جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔''

کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کی تسبیح میں مشغول ہے۔ یہی بات سورۂ بنی اسرائیل میں بایں الفاظ فرمائی گئی ہے۔ ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَيۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ ؕ﴾ (آیت: 44) ''(مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنی ان صفات کی یاددہانی کرا دی جن سے سورت کا آغاز فرمایا تھا، یعنی اللہ العزیز، الحکیم ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ لیکن اُس کا ہر کام مبنی برحکمت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت اور بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے زیر اہتمام

دینی و دنیاوی تعلیم کا منفرد امتزاج

شعور سکول سسٹم

(قرآن اکیڈمی)

فیصل آباد

داخلہ کے لئے فوری رابطہ کریں:

طلبہ کے لئے بورڈنگ (قیام)
اور
میس (طعام) کی بہترین سہولیات کے ساتھ

- بورڈ کی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا مکمل انتظام
- چھٹی جماعت سے تعلیم حاصل کرنے کا نادر موقع
- چھٹی جماعت میں داخلہ کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں
- ڈے سکالرز کے لیے بھی داخلے جاری ہیں

غریب اور نادار طلبہ کے لئے تعلیم اور قیام و طعام فری

خصوصیات

- تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کرام
- تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام
- اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
- دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ میٹرک
- خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
- بہترین اور مکمل لائبریری
- طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے بہترین مواقع
- رہائش کے لیے بہترین ہوادار روشن کمرے
- خوراک حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق
- طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت

شرائط داخلہ

- چھٹی کلاس میں داخلہ کے لئے پرائمری (بورڈ) یا مساوی امتحان کا پاس ہونا لازمی ہے
- داخلہ فارم کے لئے انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو پاس کرنا لازمی ہے۔
- سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ (سرٹیفکیٹ)
- ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

برائے رابطہ
پرنسپل شعور سکول سسٹم
P-45 قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2، قرآن اکیڈمی روڈ فیصل آباد
041-8520869, 0300-4989505

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

کلام اقبال

دردِ عشق (نظم)

تمہید:

یہ نظم بانگِ درا میں شامل ہے۔ اس نظم میں دردِ عشق سے مراد پُر خلوص جذبہ ٔخدمت و ایثار ہے۔ عشق کو آج جن فلمی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، وہ سراسر جذبہ عشق کی توہین ہے۔ تصوف میں لفظ ''عشق'' اللہ اور رسول ﷺ سے گہری محبت اور وابستگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جسے عشق کا درد حاصل ہو جاتا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کے اتباع میں خدمت انسانیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر مخلوق کی بھلائی کے لیے خود کو وقف کر دیتا ہے۔ خدمت خلق کا یہ جذبہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ سیرت مطہرہ کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں بندوں کو اللہ کی غلامی اور بندگی کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنے کی جدوجہد اسی درد کا خاصہ ہے۔ جذبۂ خدمت و ایثار کی یہ مثالیں دورِ حاضر میں اس درجہ کم ہو گئیں، گویا ان کا وجود ہی نہ رہا۔ اقبال کا مدعا اسی حقیقی جذبۂ عشق کو بیدار کرنا ہے۔ اگرچہ نظم میں ایسا انداز اختیار کیا گیا ہے کہ جیسے دورِ حاضر کے اطوار اس عشق کے لیے سازگار نہیں، تاہم اقبال نے بین السطور اسی دردِ عشق کے حصول کی آرزو کی ہے۔

پہلا بند:

اے دردِ عشق! ہے گہرِ آب دار تُو — نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تُو
پنہاں تہِ نقاب تری جلوہ گاہ ہے — ظاہر پرست محفلِ نو کی نگاہ ہے
آئی نئی ہوا چمن ہست و بود میں — اے دردِ عشق! اب نہیں لذّت نمود میں
ہاں! خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو! — منّت پذیر نالۂ بلبل کا تُو نہ ہو!
خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہو — پانی کی بوند گریۂ شبنم کا نام ہو
پنہاں درونِ سینہ کہیں راز ہو ترا — اشکِ جگر گداز نہ غمّاز ہو ترا
گویا زبانِ شاعر رنگیں بیاں نہ ہو — آوازِ نَے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو
یہ دور نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ — جس دل میں تو مکیں ہے وہیں چھپ کے بیٹھ رہ

الفاظ کے معانی:

گہرآب دار: چمک دار، قیمتی موتی- نامحرم: ناواقف، بیگانہ -آشکار: ظاہر ہونا

ظاہر پرست: ظاہر کو دیکھنے والی نگاہ -پنہاں: چھپا ہوا- ہست و بود: حیات، زندگی، وجود

گریہ: آنسو- غماز: چغلی کھانے والا -آوازِ نے: بانسری کی آواز- فرقت: جدائی

شرح:

1۔ اے دردِ عشق! تو ایک قیمتی اور چمکدار موتی ہے۔ تیری اہمیت اور آب و تاب کا اندازہ ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ جو لوگ تیری حقیقت اور حیثیت سے ناواقف ہیں، ان کے سامنے تجھے خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

2۔ نئے زمانے کی نگاہ صرف ظاہر کو دیکھتی ہے اور پردے کے پیچھے چھپی حقیقت کو پہچاننے سے قاصر ہے، جبکہ تیرے جلوے کی جگہ نقاب کے نیچے موجود ہے، لہٰذا اس دور کے انسان کی نظر سے تو پوشیدہ ہے۔ مطلب یہ کہ جن مخلصینِ دین و ملت کو یہ درد حاصل ہے وہ دین و مذہب یا ملک و قوم کی خدمت چھپ چھپا کر سرانجام دیتے ہیں لیکن دورِ حاضر میں اس مخلصانہ خدمت کی کوئی قدر نہیں۔ آج نمود و نمائش کی خاطر یہ خدمات سرانجام دینے والے ہی آگے بڑھتے ہیں اور انہی کی واہ واہ ہوتی ہے۔

3۔ زندگی کے اس چمن میں مادیت پرستی اور ظاہر پرستی کی جو نئی ہوا چلنے لگی ہے، اس نے زندگی کے اصل رنگ ڈھنگ کو تبدیل کر دیا ہے۔ ان حالات میں خلوص و نیک نیتی کی کوئی قدر باقی نہ رہی۔ اب تو وہ وقت آ گیا ہے کہ نمود و نمائش میں بھی لذت باقی نہیں رہی یعنی ہر طرف ہوس اور خود غرضی کا دور دورہ ہے اور اب تو کوئی دکھاوے کی خدمت کے لیے بھی تیار نہیں۔

4۔ اے دردِ عشق تو ہمیشہ دکھاوے سے بے پروا رہا ہے۔ تو نے کبھی اپنی کسی خدمت کی نمائش نہ کی۔ اگرچہ زمانے کا چلن بدل گیا ہے لیکن تو اپنی روش نہ چھوڑنا اور خود نمائی کی کبھی جستجو نہ کرنا۔ ٹھیک ہے بلبل پھول کے فراق میں اپنے دردِ عشق کے اظہار کے لیے آہ و نالہ کرتی ہے۔ لیکن آج دردِ عشق کے اظہار کے لیے ایسی آہ و بکا بھی نامناسب ہے۔

5۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر دردِ عشق زمانے کی ناموافقت کے باعث الگ ہو کر بیٹھ جائے تو لالہ کا پھول عشق کی شراب سے خالی ہو جائے۔ اس پھول کی شکل پیالے کی مانند ہوتی ہے اور اس میں ایک داغ ہوتا ہے جسے شاعر حضرات عشق کا داغ یا شرابِ عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی لیے لالے کے پھول کو بطور تشبیہہ استعمال کیا گیا۔ اسی طرح شبنم کے آنسو اگر دردِ عشق سے محروم ہو جائیں تو صرف پانی کی بوندیں رہ جائیں۔ آنسو اگرچہ بظاہر پانی کے قطرے ہوتے ہیں لیکن دردِ دل کی وجہ سے ان کی حیثیت بہت بلند ہو جاتی ہے۔ درد نہ رہے تو آنسو اور پانی کے قطروں میں کوئی فرق نہیں رہ سکتا۔ اقبال کے اس شعر سے درد کی اہمیت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھی کرّوبیاں

6۔ اے دردِ عشق! تیرا بھید سینے کے اندر چھپا رہنا چاہیے اور جگر کے گھلنے سے جو آنسو پیدا ہوتے ہیں وہ بھی آنکھوں میں نہ آنے چاہئیں تا کہ تیرا بھید ظاہر نہ ہو جائے۔

7۔ حتیٰ کہ رنگین بیان شاعر کی زبان سے بھی تیرا ذکر نہ ہو اور بانسری کی آواز میں جو جدائی کا درد چھپا ہوتا ہے اس زمانے میں اس کا گلہ بھی نہ ہونا چاہیے۔

8۔ اے دردِ عشق! موجودہ زمانہ نکتہ چینی کرنے اور عیب نکالنے والا ہے، لہٰذا چھپ کر بیٹھ رہ اور جس کسی دل میں تو موجود ہے، وہیں پوشیدہ رہ۔

(جاری ہے)

Views about the Annual Congregation 2014 of Tanzeem-e-Islami expressed by a 'Habib'

Ahmad Moin (Student of QLC, Defence Karachi)

Allah Akbar! Allah Akbar! The sound of the Iqamah echoed through the Karachi Cantonment Railway station. At several places along the platform, groups of people, young and old, spontaneously gathered together, and performed the Asr prayer – their faces evidencing their excitement and hope for Allah's special Rahmah as they awaited the Shalimar Express's arrival to take them to the Tanzeem-e-Islami's Annual Congregation in Bahawalpur. The scene reminded me of airports where Hujjaj are departing for Makkah to perform their sacred duty.

I had never been to an Ijtimah and did not quite know what to expect. My decision to attend the Ijtimah – besides the encouragement of our teachers (I am a student of Qur'an Learning Course, Year 1) and the obvious learning benefit of listening to many learned speakers – was to seek answers to some questions that I had. How organized was Tanzeem-e-Islami? Were the goals and aspirations of the Karachi chapter the same as those of the Lahore Markaz and other parts of Pakistan? How well did the Tanzeem understand the ground realities in Pakistan and the world over? How diverse was the Tanzeem's membership and leadership?

Four of us 1st year students were blessed to share the railway compartment with Nauman Akhtar Sahib, our teacher of Munthakab Nisab. His frankness about his personal life and how he came about dedicating himself to Allah's (SWT) cause was inspiring and a great chance to understand the person behind the persona.

On reaching Bahawalpur, buses ferried us to the Ijtimah camp where a large tent-city had been constructed on the shore of the river Sutlej, to accommodate the 4000 or so attendees. Security was extremely tight with the camp, its perimeter and its entrance guarded by armed policemen round the clock. It was supplemented by Tanzeem Rufaqa from different Halqas, who had come from all over Pakistan, allocated to guard duty, moving around the camp, wearing customized jackets and caps. Similarly, some Rufaqa were allocated the food-serving duty to ensure that food was served on time and in an organized manner in each tent.

Each tent had its own group leader, charged with the responsibility of keeping the tent organized, clean, pleasant and welcoming.

Several tube wells provided adequate water for wudu facilities as well as to the washrooms, which were aplenty. The sight of so many people performing wudu en-masse at 6 AM, under the open sky, in the misty cold 10^0C conditions was an unforgettable sight.

The topic of the Ijtimah was " Love of the Prophet (SAW) and its obligations". Tanzeem members of all ages, from all over Pakistan, spoke eloquently and passionately for 3 days on the subject, emphasizing the importance of the Sunnah as a integral aspect of our Deen. Allah (SWT) has demanded of us to follow the teachings of the Prophet (SAW). He has blessed us with the Holy Qur'an and sent us His Prophet (SAW) as a human role model par excellence, to teach us how to live our lives in this temporary world in accordance with His (SWT) commandments, so that He may be pleased with us and we may be saved from the Hellfire on the Day of Judgment, thus becoming of those chosen for the Paradise.

Today, as in the past, efforts are afoot by misguided individuals and organisations to discount the Sunnah of the Prophet (SAW) and emphasize of the Qur'an in isolation. This is a grave mistake and contrary to the teachings of Allah (SWT) as elaborated in the Qur'an itself. Man's salvation is possible only when he follows the teachings of the Qur'an AND those of the Prophet (SAW). This is only possible when we study not just the Qur'an but also the Prophet's Seerah. This then has to be complemented by an industrious study of the lives and decisions made by the Rightly-guided Caliphs. Historical accounts of pious Muslims who followed, is an added bonus.

During the Ijtimah heartwarming cum and heartbreaking examples of how he (SAW) lived his life were presented; the divine simplicity of his life, the beauty of his character, his loving yet firm dealings with his family, friends, associates, subordinates, as well his enemies. When the world was at his feet, the mention of his own home not having enough to eat, how he had to move aside Aisha's (RA) feet in order to make enough space in his very small Hujra to lay his head in prostration, how he forgave rather prayed for his enemies, brought many in the audience to tears, a testimony to the love we have for him (SAW). In these difficult times when man has gone astray by not following the teachings of Allah (SWT) and the Qur'an, it is inescapably important to study the Seerah of the Prophet (SAW) to understand what he would have wanted us to do in our present situation.

The Ijtimah ended with emphasis on the necessity for Muslims to work collectively towards their goal of establishing Allah's (SWT) writ in this world, based on the Qur'an and Sunnah. Many of the questions I had about Tanzeem-e-Islami were answered. It is a Jama'ah rooted firmly in the true ideological basis of our Deen, with a wide and diverse membership sharing a common vision. I thank Allah (SWT) for providing me the opportunity to attend the Ijtimah and I seek His (SWT) help in implementing on my own self the things I learnt, as a starter.

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ▌ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

شمارہ اپریل 2014ء
جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

اسلام کا عالمی غلبہ: ایک خواب یا حقیقت؟ ـــــ ایوب بیگ مرزا
غصہ کی ممانعت ـــــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ
حجاب شرعی کے درجات اور ان کے احکام کی تفصیل ـــــ مفتی محمد شفیعؒ
منکرین حدیث کی گمراہی کے نتائج ـــــ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
تزکیۂ نفس ـــــ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
نماز کے آداب اور ہماری کوتاہیاں ـــــ حافظ محمد زاہد
شیطانی حملہ: آدمؑ سے لے کر آج تک ـــــ پروفیسر عبداللہ شاہین
فلسفۂ موت وحیات ـــــ راحیل گوہر
خواتین کا عالمی دن ـــــ بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

قدم قدم نئی اُمنگ

نعیم صدیقی

رہِ خدا کے راہیو! قدم قدم نئی اُمنگ!
خدائے صبح و شام ایک
خدا کا ہے پیام ایک
رسولؐ ذی مقام ایک
کوئی وطن ہو کوئی دَور، دین کا نظام ایک
شہ و گدا کی ایک صف، بلا تمیز نسل و رنگ
قدم قدم نئی اُمنگ

وطن ہمارا پُر بہار
وطن ہے دین پر نثار
وطن کے ہم نِگاہ دار
سپاہیانِ ذی وقار ، غازیانِ کامدار!
غیور ہم، جسور ہم، ہمی سے سب کا نام و ننگ
قدم قدم نئی اُمنگ

ہوائے نوبہار ہم
صدائے جوئبار ہم
وطن کا ہیں وقار ہم
دِلوں کا افتخار ہم، نگہ کا اعتبار ہم
ہمارے ہی لہو سے کِھل رہے ہیں پُھول رنگ رنگ
قدم قدم نئی اُمنگ

پیامِ ''الکتاب'' ہم
نقیبِ انقلاب ہم
شعاعِ آفتاب ہم
جمودِ دلفریب میں، دلیلِ اضطراب ہم
نہ کوئی ذوقِ جام و مَے نہ کوئی شغلِ عود و چنگ
قدم قدم نئی اُمنگ

عدو خیال بد میں ہے
مگر نظر کی حد میں ہے
زمانہ سارا زد میں ہے
جنوں ہمارا حشر خیز، عقل ردّ و کد میں ہے
جہاد رسمِ عاشقی، نفس نفس نئی ترنگ
قدم قدم نئی اُمنگ

زمانِ نو کی ہم نشید
جہانِ نَو کی ہم نوید
یاں شہید، وہاں شہید
زمانے کے بلاکشوں، ستم زدوں کی ہم اُمید
قدم قدم نئی اُمنگ

(مرسل: قاضی عبدالقادر، کراچی)